

آپ کی نبوت متقدم تھی اور آدم اپنی طینت میں منجمل تھے۔

پیش از ہمہ شایان غیور آمدہ
ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ
ای ختم رسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدہ زراہ دور آمدہ

اور سب سے پہلے آپ ہی سے میثاق لیا گیا اور سب سے پہلے آپ ہی نے الست برکم کے جواب میں بلا کہا۔ اور آدم و جمیع مخلوقات آپ لئے پیدا ہوئے۔ اور آپ کا نام عرش پر لکھا گیا اور ہر آسمان و جنت میں سائر ملکوت میں اور ملائکہ ہر ساعت آپ کا ذکر کرتے ہیں اور اذان میں اسم شریف کا ہوتا ہے۔ اور کتب سابقہ میں آپ کی بشارت دی ہے۔ اور نہ بیان کی ہے“ (ایضاً ص ۴۰)

(۲۳)

پیغام خدا نخست آدم آورد
انجام بشارت ابن مریم آورد
باجملہ رسل نامہ بے خاتم بود
احمد برما نامہ و خاتم آورد

آپ کے ہزار نام ہیں اور قریب ستر نام کے ایسے ہیں جو اللہ کے نام ہیں اور کسی کا نام احمد آپ سے پہلے نہ تھا“ (ایضاً ص ۴۱)

(۳۳)

شب معراج عروج تو ز افلاک گزشت

زبان میری ہے بات ان کی

بمقامی کے رسیدی نرسد ہیج نبی

مارے انبیاء آپ کیلئے زندہ کر دیئے گئے ان کے ساتھ نماز پڑھی، نار پر اطلاع دی گئی۔ باری تعالیٰ کو دوبارہ دیکھا، فرشی ہمراہ آپ کے قتال ہوئے آپ کو کتاب ملی حالانکہ اسی تھے لکھے نہ پڑھے۔

اُمی گویا بزبان فصیح
از الف آدم و میم مسیح

(۳۴)

”ان میں ہمیشہ ایک طائفہ حق پر رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے ان میں اقطاب اوتاؤ پنجاب ابدال ہوتے ہیں ان میں ایسا شخص بھی ہوگا جو عیسیٰ بن مریم کو نماز پڑھائے گا اور ایسے لوگ ہوں گے جو حکم ملائکہ میں ہوں گے“ (ایضاً ص ۴۲)

(۳۵)

نسبت ہرچہ بگلوار رسد گل باشد

”اہل مولد کو لازم ہے کہ ہمراہ ذکر مولد شریف کے ان حالات و مایات جریات پر بھی اطلاع حاصل کریں کہ اس علم و معرفت سے ایمان کو قوت اور اتباع سنت کو ہمت ہوتی ہے“ (ایضاً ص ۹۸)

(۳۶)

روایات موضوعہ ضعیفہ و حکایات متعلقہ مختلفہ سے اجتناب کیا گیا ہے“ (ایضاً ص ۹۹)

(۳۷)

”لا سیف الا ذوالفقار لافتی الا علی“ (ایضاً ص ۹۷)

زبان میری ہے بات ان کی

”ام معبد بنے ہجرت کی اور اسلام قبول کیا“ اسی طرح اس کے شوہر برادر نے اس کے گھر والے ”یوم نزول مرد مبارک“ سے تاریخ مقرر کرتے تھے“ (ایضاً ص ۳۵)

”اول ناظر الی اللہ اور اول شافع و مشفع ہوں گے..... آپ کے ہر موئے سر و چہرے میں ایک نور ہوگا..... سب سے اول آپ ہی داخل جنت ہوں گے۔

رواق منظر چشم من آشیانہ تست

کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانہ تست

”پھر آپ کی امت داخل ہوگی“ آپ مختص ہیں ساتھ کوثر و وسیلہ کے“ (ایضاً ص ۴۶)

”ہر سبب و نسب دن قیامت کے منقطع ہو جائے گا مگر آپ کا سبب و نسب“ (ایضاً ص ۴۷)

”اللہ نے اس امت کے عذاب کی دنیا ہی میں تعیل کی اور برزخ میں تاکہ قیامت میں گناہوں سے محض پاک صاف ہو کر آئیں اور قبروں میں گناہ لے کر گھسیں اور جب ان سے نکلیں تو گناہوں سے ستھرے صاف ہوں بسبب استغفار کرنے مؤمنین کے واسطے“ (ایضاً ص ۴۷)

زبان میری ہے بات ان کی

”آپ کو پہنچتا تھا کہ جس عورت کا چاہیں جس شخص سے نکاح کر دیں اس کے اذن اور اذن ولی زن کے یا جس سے چاہیں خود بغیر اذن زن اور اس کے ولی کے اپنا نکاح کر لیں“ (ایضاً ص ۴۹)

”آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور نہ دھوپ و چاندنی میں سایہ آپ کا طر آتا اور نہ مکھی آپ کے کپڑے پر بیٹھتی اور نہ جوں آپ کو ستاتی جب ماتے زمین سمٹ جاتی“ (ایضاً ص ۵۲)

”آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذن و امانت کے ساتھ و کذا لک الانبیاء لہذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ارواح پر عدت نہیں..... اعمال امت کے آپ پر عرض کئے جاتے ہیں۔ آپ امت کے لئے استغفار کرتے ہیں“ (ایضاً ص ۵۲)

”جس نے آپ کو خواب میں دیکھا اس نے سچ مچ دیکھا کیونکہ شیطان آپ کا ہم شکل نہیں ہو سکتا“ اور جس کو خواب میں کچھ حکم کریں اس پر امتثال اور واجب ہے فی احد و جہین اور دوسری وجہ میں مستحب ہے“ (ایضاً ص ۵۲)

”عورتوں کو حضرت کی زیارت کرنا مکروہ نہیں ہے جس طرح کہ سائر

زبان میری ہے بات ان کی

قبور کی زیارت کرنا مکروہ ہے بلکہ یہ زیارت مستحب ہے“ (ایضاً ص ۱۰۰)

(۴۷)

”کسی نبی کی عورت حرام کار نہ تھی۔ اور اولاد آپ کی آپ کو منسوب ہوتی ہے“ (ایضاً ص ۵۳)

(۴۸)

”اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا یا رب اجعلنی من امۃ امت کو چاہے کہ اس نعمت کی قدر و قیمت سمجھیں کہ اللہ نے ان میں پیدا کیا جس کی تمنا انبیاء و العزم کر چکے ہیں قل بفضل اللہ فبذلك فليفرحوا“ (ایضاً ص ۵۶)

(۴۹)

شیخ ابن حجر مکی نے شرح شمائل میں لکھا ہے جس کا ترجمہ دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اس طرح کیا ہے کہ از تمام ایماں علیہ السلام آنست کہ اعتقاد کند کہ جمع نشدہ در باطن سیرت پیچ کی از آنچہ جمع شدہ در وی زیرا کہ ظاہر عنوان باطن است وحد و ضابطہ آنست کہ ہر چہ جز مرتبہ الوہیت است از فضل و کمال ہمہ انہا و ہر چہ کمال ترازوی و مساوی باوی نیست۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمنکن النشاء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ ثوی قصہ مختصر

زبان میری ہے بات ان کی

(ایضاً ص ۶۰)

(۵۰)

”اے شارب کرتے اسی طرح طول و عرض ریش سے کچھ لیتے“ (۶۱)

(۵۱)

اہل مولد پر فرض بلکہ قرض ہے کہ جب کسی کتاب مولد میں مفاخر شریف پر اطلاع پائیں تو ان شمائل کو بھی وظیفہ درس کریں اور ہمت ہاندھیں“ (ایضاً ص ۶۷)

(۵۲)

اور اشتقاق قمر ہے کہ جب قریش نے کہا کوئی نشانی دکھاؤ چاند دو ”گیا“ (ایضاً ص ۶۷)

(۵۳)

اسی طرح بعد غروب کے علی ابن ابی طالب پر آپ کی دعا سے سورج ایتا تا کہ علی نماز عصر ادا کر لیں“ (ایضاً ص ۶۸)

(۵۴)

اسی طرح اللہ نے آپ کے ماں باپ کو زندہ کیا یہاں تک کہ وہ ایمان علیٰ قبیل واللہ ماثبت بالسنہ میں کہا ہے بعض علماء کرام نے حضور ﷺ والدین کے بارے میں جزم کیا ہے کہ وہ ناجی ہیں ہرگز آگ میں ان کے اباہ شرفا کے بارے میں کلام طویل ہے۔ اور اس باب میں احوط ہے“ (ایضاً ص ۷۱)

زبان میری ہے بات ان کی

(۵۵)

”بدر کے دن جو جگہ جس کافر کے لئے مقرر کر دی تھی وہ اسی ہا گیا“ (ایضاً ص ۷۲)

(۵۶)

”ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھاتا تھا اس نے یہاں کیا کہ میں اس سے نہیں کھا سکتا۔ فرمایا تجھ کو توانائی نہ ہو پھر اس کا دست راست نہ ا (ایضاً ص ۷۲)

(۵۷)

”ازاں جملہ یہ ہے کہ لشکر کا توشہ ہو چکا حضرت نے بقایائے زاد جمع کر دعائے برکت کی پھر اسکو تقسیم کیا سارے لشکر کو وہ کافی ہوا“ (ایضاً ص ۷۳)

(۵۸)

”مغیبات کی باذن خدا خبر دی جیسے مصارع مشرکین کو دن بدر کے قیام فرمادیا کسی نے اپنی جگہ سے تجاوز نہ کیا موت نجاشی کے دن ان کی موت (خبر دی“ (ایضاً ص ۷۴)

(۵۹)

”ہر فعل وقول وحال وحکمت وسکون آنحضرت ﷺ کو اگر غور سے دیکھ جائے تو ایک معجزہ تھا۔ لیکن یہ رویت مجرد بصر سے نہیں ہوتی ہے بلکہ بصیر سے ہاتھ آتی ہے“ (ایضاً ص ۷۶)

(۶۰)

”حضرت نے اس (احمد پہاڑ) کے حق میں فرمایا ہے احد جبل

زبان میری ہے بات ان کی

اونجہ کہتے ہیں یہاں قبر ہے ہارون برادر موسیٰ علیہ السلام کی“ (ایضاً ص ۷۸)

(۶۱)

”حضرت نے خود کبھی اذان نہ دی نیشاپوری نے کہا اس لئے کہ جو کوئی کی اذان سے تخلف کرتا کافر ہو جاتا“ (ایضاً ص ۹۳)

(۶۲)

”شعراء آپ کے جو اسلام سے ذب کرتے تھے کعب بن مالک و اللہ بن رواحہ و حسان بن ثابت تھے حضرت نے ان کو دعا دی اور کہا اَللّٰهُمَّ اَيِّدْ بِرُوحِ الْقُدُسِ“ (ایضاً ص ۹۵)

(۶۳)

”بڑے بہادر تھی کریم النفس تھے کبھی کسی کے سوال کے جواب میں مار نہ کرتے۔

نرفت لا بزبان مبارکش هرگز
مگر باشهد ان لا اله الا الله

(ایضاً ص ۹۹)

(۶۴)

”خواب میں آنکھ سوتی اور دل انتظار وحی میں جاگتا خراٹا نہ لیتے کہ ایک آواز منکر ہے“ (ایضاً ص ۱۰۲)

(۶۵)

”اللہ نے آپ کو کلید خزائن زمین عطا کی تھی آپ نے قبول نہ کی“

زبان میری ہے بات ان کی

آخرت اختیار کی“ (ایضاً ص ۱۰۲)

(۶۶)

”مشتاقان کمال و جمال نبوی کو لازم ہے کہ بعد دریافت فضائل و کمالات شریف اس امر میں کوشش کریں کہ صورت و سیرت و سمت و دل و ہڈی و ساتھ جناب رسالت ﷺ کی موافقت حاصل ہو۔ کیونکہ ترقی مدارج عقلی اور رفعت مراتب آخرت ہر مومن مسلم محسن کے حق میں بقدر اس موافقت و مقدار اتباع کے ہوگی۔ مجرد ذکر ولادت شریف سن کر دم بہر ابتداء دہر میں بیہ کر خوش ہو لینا اور پیروی کی فکر نہ کرنا بلکہ بدعات و منکرات میں آلودہ رہنا اور مرتکب کبائر و ترک اعمال صالحہ ہونا کچھ مفید نہ ہوگا“ (ایضاً ص ۱۰۴)

(۶۷)

”اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو ایسی توفیق خیر رفیق حاصل کرے کہ ہم ہر روز کسی قدر ذکر میلاد شریف کتب معتبرہ سے خود پڑھیں یا کسی محبت صادق متبع و اثق سے سن لیا کریں فقط کسی یوم و ماہ و تاریخ معین پر قصر نہ کریں“ (ایضاً ص ۱۰۵)

(۶۸)

”حضرت ابوبکر نے کہا: يَا أَبَتِي أَنْتَ وَأُمِّي وَاللَّهُ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَيْنِ (یعنی میرے ماں باپ آپ پر قربان اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہ فرمائے گا) (ایضاً ص ۱۱۰)

(۶۹)

”حضرت علی نے (حضور کے وصال کے بعد) آپ کے شکم پر ہاتھ پھیرا

زبان میری ہے بات ان کی

نہ نکات کہا: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ لَقَدْ طُبْتُ حَيًّا وَمَيِّتًا (اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے بیشک آپ زندگی میں اور اس زندگی کے بعد بھی پاک) (ایضاً ص ۱۱۱)

(۷۰)

”فَيَا لَهَا مِنْ رَوْضَةٍ مَا أَكْرَمَهَا شَانًا وَأَعْظَمَهَا عِزًّا وَإِيمَانًا“ (تو ای وہ روضہ مبارکہ ہے جس سے کوئی چیز شان و عزت و ایمان میں بڑھ کر نہیں) (ایضاً ص ۱۱۲)

(۷۱)

”علی کہتے ہیں کہ جب حضرت مقبوض ہوئے ملک الموت طرف آسمان کے گریاں بریاں گئے واللہ میں نے آسمان سے یہ آواز سنی يَا مُحَمَّدَاهُ كُلُّ لِمَصَائِبِ تَهْنُونَ عِنْدَ هَذِهِ الْمُصِيبَةِ“ (ایضاً ص ۱۱۳)

(۷۲)

”فاطمہ علیہا السلام نے قبر مبارک کی مٹی لیکر اور سوگھ کر کہا

مَاذَا عَلِيٌّ مِنْ شَمِّ تَرْبَةِ أَحْمَدَ

أَنْ لَا لِيْشَمِّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صَبْتُ عَلَى مَصَائِبِ لَوَانِهَا

صَبْتُ عَلَى الْإَيَّامِ صِرْنَ لِيَالِيَا

(ایضاً ص ۱۱۴)

(۷۳)

”زیارت (روضہ منورہ) آنحضرت مستحب و مندوب ہے اوکد مستحبات

زبان میری ہے بات ان کی

و افضل قربات اور قریب واجب کے ہے حق میں صاحب سعت و
کے انتہی اس میں کسی شخص کا اختلاف نہیں ہے“ (ایضاً ص ۱۱۵)

خدارا ذرا غور کیجئے

حضرت نواب صدیق حسن خان جماعت اہل حدیث کے سربراہ
شخصیت ہیں جنہوں نے اس فرقہ کی اس وقت خدمت کی جب وہ اپنا
سفر تیار کر رہا تھا ۱۸۷۲ء میں حکومت برطانیہ کے کہنے پر ملکہ بھوپالی شاہ
بیگم کے ساتھ نکاح کیا جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے یہ امر باطلاع گورنر
عالیہ وحسب مرضی سرکار انگلشیہ ظہور میں آیا“ (ترجمان وہابیہ ص ۲۸)
نکاح کے بعد قبلہ نواب والا جاہ نے زندگی کے خوب مزے لوٹے۔
”چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد الہامی“ سے سرفرازی حاصل ہوئی
(ایضاً ص ۲۸) انہوں نے تمام امت مسلمہ سے کٹ کر نئے فرقے
سرپرستی انگریزوں کے فرمان کے مطابق فرمائی۔ جیسا کہ اس کا اعتراف
کرتے ہیں ”اور یہ آزادی ہماری مذاہب مروجہ جدیدہ سے عین مراد قالہ
انگلشیہ ہے“ (ایضاً ص ۲۰)

انہوں نے ائمہ اربعہ کے اقوال کو ٹھکرا کر قاضی شوکانی، ابن قیم اور
کے شیخ ابن تیمیہ کے افکار کو شدت سے اختیار کیا۔ ہندوستان میں امت مسلمہ
کو فرقہ فرقہ کرنے کا یہ انتہائی اقدام تھا آپ انگریزوں کے از حد وفادار
جیسا کہ فرماتے ہیں

”مگر حکام عالی منزلت یعنی کار پردازان دولت انگلشیہ کو چونکہ تجربہ دار

زبان میری ہے بات ان کی

کی خیر خواہی اور وفاداری کا عموماً اور اس بے صولت و دولت کا خصوصاً
ہے اس لئے تہمت ان (مخالفین نواب صاحب) کی پایہ ثبوت کو نہ
(ایضاً ص ۲۹)

آپ نے ہمیشہ انگریزوں کے خلاف جہاد کو گناہ کبیرہ قرار دیا فرمایا:
”جب یہ ملک دارالسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی بلکہ عزم جہاد
بگناہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے“ (ایضاً ص ۱۵)
انہوں نے ۱۸۷۷ء کے مجاہدین کے جہاد پر گناہ کبیرہ کا فتویٰ صادر کیا
اس غیرت مندانہ تحریک آزادی کو دیگر زعماء غیر مقلدین علماء دیوبند اور
قادیان کی طرح ”غدر“ کا نام دیا فرماتے ہیں
”جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد
کئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے نہ متبعان حدیث نبوی“
(ایضاً ص ۳۰) ان کی نظر میں انگریزوں کے خلاف جہاد نہیں تھا بلکہ فساد تھا
ان پر دور ابتلا بھی آیا مگر آخری عمر میں انگریز پھر اس ذات شریف پر
ہان ہو گئے اور انہوں نے حکم جاری کیا کہ انہیں نوابوں والی شان و شوکت
ساتھ دفن کیا جائے“ (نزہۃ الخواطر جلد ۸ ص ۱۹۱)

اب خدارا ذرا غور کیجئے کہ نواب صاحب نے کس طرح دولت بھوپال
کی برکت سے ”غیر مقلدیت کو“ عام کیا کتابیں لکھیں پھیلائیں لہذا موجودہ
مقلدین کو ان کے احسانات یاد رکھنے چاہیں اور ان کی ان باتوں پر ضرور
دور کرنا چاہیے جو ”الشمامۃ العنبر“ کی زینت بنیں یاد رہے کہ یہ کتاب
۱۳۰۰ء میں لکھی اور ان کی وفات کا تاریخ ۱۹ جمادی الآخری ۱۳۰۰ھ / ۱۸۹۰ء

زبان میری ہے بات ان کی

ہے گویا یہ آخری عمر کی تصنیف ہے اس لئے بہت معتبر ہے اور اسکے کسی ۱۵ سے انکار جوع ثابت نہیں ہوا لہذا انکار کی گنجائش ہرگز نہیں۔ اب اقتباسات کو درست مان لیجئے یا نواب صاحب جیسے محسن کو کافر و مشرک کہ دیجئے یہ فیصلہ کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

(۴) کتاب حسن العزیز کا مطالعہ

یہ کتاب علماء دیوبند کے سرخیل مولانا عزیز الحسن کی تصنیف ہے ملتان شریف کی مطبوعہ ہے جس میں انہوں نے اپنے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے ملفوظات و تعلیمات کو بیان کیا ہے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں غور کرنا آپ کا کام ہے کریں اور کسی فیصلہ پر پہنچیں کیونکہ موت کی کہا خبر کرب آجائے اور بعد میں انحراف حق کی وجہ سے ہمیشہ کا پچھتاوہ نصیب ہو جائے۔

(۱)

”(حکیم الامت اشرف علی تھانوی کا ارشاد) صحبت اولیاء میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہوتی ہے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا خواہ گناہ اور فسق و فجور کبھی کچھ اس سے وقوع میں آویں لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاوے مردودیت تک کبھی نوبت نہیں پہنچتی برخلاف اس کے ہزار برس کی عبادت میں بھی بذاتہ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے چنانچہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن

اس کو مردودیت سے نہ روک سکی یہی معنی ہیں اس شعر کے

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز مردودیت سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے اور ہا سال کی اس عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو (حسن العزیز ص ۱۵)

کیوں جناب کچھ سمجھ شریف میں آیا کہ ہم لوگ علی پور شریف شریفور شریف اور بزرگوں کے آستانوں پر کیوں جاتے ہیں۔ اس لئے جاتے ہیں کہ ان کی صحبت اور سنگت کی وجہ سے اسلام کے دائرہ میں رہیں ایمان کے قلعے میں رہیں ہمارا ایک لمحہ ہزاروں سال کی عبادت کے اثر سے زیادہ اثر قبول کر لے اور ہم مردود ہونے سے بچ جائیں ہماری یہ باتیں آپ کی راتوں کی نیند حرام کر دیتی ہیں لیکن بالآخر آپ کے حکیم الامت نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا۔ وہ اعلان کر گئے کہ اللہ والوں کے پاس جانے والے مردود نہیں ہوتے محمود ہوتے ہیں

(۲)

”بدون محبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں احقر نے عرض کیا کہ حضرت خود ذکر اللہ میں یہ صفت ہونی چاہیے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا۔ محبت شیخ کی کیوں قید ہے۔ فرمایا کہ کام جب بنا دے گا ذکر اللہ ہی بنا دے گا لیکن عادت اللہ یہ جاری ہے کہ بدون شیخ کی محبت کے نرا ذکر کام بنانے کیلئے کافی نہیں۔ اس کے لئے محبت شیخ شرط ہے جس طرح کہ

کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں اور نہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کر سکتی، گو کاٹ جب ہوگا، (حسن العزیز ص ۱۵)

جب ہمارے نعت خواں حضرات یہ شعر پڑھتے ہیں۔

اللہ اللہ کئے جانے سے نہ اللہ ملے

اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

تو ”مفتیان کرام“ کا حلیہ دیکھنے والا ہوتا ہے۔ لیجئے ان کے حکیم الامت نے بھی گویا اس شعر کی تصدیق کر دی کہ ذکر اللہ اہل اللہ کے بغیر کافی نہیں۔ اللہ والوں کی نسبت ضروری ہے۔ اب ان کا فرض ہے کہ ہمیں کچھ کہنے کی بجائے پہلے مولانا اشرف علی اور مولانا عزیز الحسن کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں دیکھا

فیصلے تیری محبت کے کہاں تک پہنچے

(۳)

”مجھے جب کبھی توفیق ہوتی ہے یہ درود شریف پڑھتا ہوں اللہم صلی علی سیدنا و مولینا محمد و علی آل سیدنا و مولینا محمد و بارک وسلم“ کیونکہ یہ باوجود اختصار صلوٰۃ و سلام و برکت سب کو شامل ہے، (ایضاً ص ۷)

معلوم ہوا کہ درود ابراہیمی کے علاوہ اور بھی درود ہیں جن میں برکت بھی ہوتی ہے۔ صلوٰۃ و سلام کا حق بھی ادا ہوتا ہے لیکن ان حضرات کی ہمت دھری کہ ”درود ابراہیمی“ ہی پڑھنا چاہیے اس کی زد میں حکیم الامت بھی آ رہے ہیں اب دیکھئے ان پر کیا فتویٰ لگتا ہے ان سے چشم پوشی ہو جاتی ہے یا

زبان میری ہے بات ان کی

مر لئے جاتے ہیں ویسے چشم پوشی کا گمان غالب ہے ویسے یہ حضرات اپنے گھر میں کلمہ اور درود کے بارے میں بہت فراخ دل ہیں۔ مثلاً ان کا کوئی مرید و اب میں ”لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ“ بھی پڑھتا ہے تو بیلارو کر اس منہوس خواب کا ذکر کرے تو بھی شیخ کامل اشرف علی صاحب اس کو انتہاء کا حکم نہیں دیتے بلکہ امید بندھاتے ہیں اور اسے محبت صادق کی مامت قرار دیتے ہیں دیکھئے (رسالہ الامداد)

اسی طرح درود بھی اس خاندان سے مروی ہے نجانے ان خرافات کا کتاب و سنت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ چونکہ گھر کی بات ہے اس لئے ہر طرح کے ”کفر و شرک“ کے باوجود قابل قبول ہے۔

(۵) کتاب رحمۃ للعالمین کا مطالعہ

یہ کتاب علماء دیوبند کے منظور نظر عالم مولانا عابد میاں دیوبندی نے تحریر فرمائی جس کو دیوبندی اکابر مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا کفایت دہلوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی عبدالشکور لکھنوی، مولوی محمد عبدالحی، مولوی اعجاز علی وغیرہم نے اپنی تقاریر سے مزین فرمایا اور کتاب کی صحت و حقانیت کو تسلیم کیا ہے یہ کتاب مطالعہ کے قابل ہے۔ اس کتاب میں دیکھئے اہل سنت و جماعت کی تائید کتنے پر زور طریقے سے ہو رہی ہے۔

(۱)

”آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک ایسا تورانی تھا کہ جس وقت آپ دھوپ اور چاندنی میں آندو رفعت فرماتے تو مطلقاً سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا“ (رحمۃ للعالمین ص ۵۳)

زبان میری ہے بات ان کی

(۲)

”دنیا اور مافیہا کو آپ کی ذات بابرکات پر حق تعالیٰ نے کھول کر ظاہر فرمایا اور آپ نے بعض حالات کی اپنے یاروں کو پیش گوئی بھی دے دی تھی (ایضاً ص ۵۳)

(۳)

”حوض کوثر قیامت کے دن آپ ہی کی ملکیت ہوگی“ (ایضاً ص ۵۷)

(۴)

”آپ اندھیروں میں ویسے ہی دیکھتے تھے جیسا کہ اجالوں میں“ (ایضاً ص ۵۷)

(۵)

”جہائی جو حرکت شیطان ہے وہ آپ کو کبھی نہ آئی“ (ایضاً ص ۵۷)

(۶)

”آپ کے بدن اطہر پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی“ (ایضاً ص ۵۷)

(۷)

”جناب رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیشاب و پاخانہ

محدثین اور فقہاء نے پاک اور خوشبو دار لکھا ہے“ (ایضاً ص ۴۰۸)

(۸)

(حضور ﷺ) ”پاک اور صاف“ مختون اور ناف بریدہ پیدا ہو

(ایضاً ص ۴۱۱)

(۹)

”جنت کی حوریں (حضور کی) دایہ بن کر آئیں“ (ایضاً ص ۴۱۱)

زبان میری ہے بات ان کی

(۱۰)

”آپ کے جسم اطہر کی خوشبو اور نور سے تمام عالم منور اور معطر ہو گیا“

(ایضاً ص ۴۱۱)

(۱۱)

”پسینہ ایسا خوشبو دار کہ ایک لہن کے لگایا، پشتوں تک خوشبو رہی اور وہ

گھر اور وہ خاندان بیت العطار کہلایا“ (ایضاً ص ۴۱۲)

(۱۲)

”آپ کے موئے مبارک جس بیمار کو دھو کر پلائے شفاء ہو گئی“ (ایضاً

ص ۴۱۲)

(۱۳)

”آپ آگے اور پیچھے یکساں دیکھتے، سوتے جاگتے یکساں تھے آپ کا

سونا جاگنے کے برابر تھا، آپ کا وضو سونے سے نہیں جاتا تھا“ (ایضاً ص ۴۱۲)

(۱۴)

”آپ کی آواز قریب اور بعید کو یکساں تھی“ (ایضاً ص ۴۱۲)

(۱۵)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے کھاری کنویں میں آپ کے

تھوکتے ہی میٹھا پانی بن گیا۔ جس بچہ کے منہ میں تھوک دیا، دن بھر دودھ نہ

مانگا“ (ایضاً ص ۴۱۲)

(۱۶)

”جس نے آپ سے مصافحہ کیا اس کے ہاتھوں میں خوشبو بس گئی“

زبان میری ہے بات ان کی

(ایضاً)

(۱۷)

”سورج آپ کی خاطر لوٹ آیا“ (۳۱۳)

مولانا عابد میاں صاحب نے اس کتب میں حضور کے میلاد پاک ارباصات و معجزات کا ذکر کیا ہے مثلاً سیدہ حلیمہ کی سواری تیز چلنے لگی سواری نے حضور کو سجدہ کیا، کاہن نے حضور ارسالت و نبوت کی دہائی دی فرشتوں نے حضور کا جھولا ہلایا، حضور کی خیمہ سعیدہ کا گھر منظر ہو گیا، حضور کی برکت سے اونٹنی فریبہ ہو گئی، حلیمہ کو بشارت و مبارک کی آوازیں آئیں، وہ سب کچھ بڑی تفصیل سے بیان کیا، جن کو آج کل کے دیوبندی حضرات موضوع روایات قرار دیتے ہیں، مولانا عابد میاں صاحب نے حضور کے میلاد کی رات کو قدر کی رات اظہار قرار دیا ہے اور اس کی متعدد وجوہات بیان کی ہیں۔

(۶) کتاب سیرت المصطفیٰ کا مطالعہ

یہ کتاب غیر مقلدین کے سرخیل اعظم علامہ مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی نے رقم فرمائی مولانا میر امام الوہابیہ انہری کے دست راست تھے غیر مقلدین کے اس امام کی کتاب بہت سے نادر مسائل کا حل پیش کرتی ہے، ہم تو یہی عرض کرتے ہیں کہ خدائے ہمارے انہیں اپنے بزرگوں کی مان کر اپنے دل و دماغ میں روشنی کو داخل ہونے والا حضور پر نور ﷺ کی عظمت کو ماننا ہی ایمان ہے۔ مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ نے یہ توفیق دی

زبان میری ہے بات ان کی

کہ انہوں نے حضور پر نور ﷺ کے آبا و اجداد کے بارے میں وہابیہ کی زبانیں بند کر دی ہیں، چند اقتباسات نوٹ فرمائیں۔

(۱)

”مختلف موحدین کا ذکر کرنے کے بعد رقم طراز ہیں“ ”جب ان افراد کا یہ حال ہے جو عمود نسب نبوی سے نہیں ہیں تو خاص اس عمود کے افراد جن سے وہ پاک ہستی پیدا ہونے والی ہو جو یزید کیہم کا تاج پہن کر تخت نبوت پر بلوہ افروز ہونے والی ہو پشت در پشت اباعن جد شرک و بت پرستی کی آلودگی سے کیوں نہیں بچ سکتے، یقین جائے کہ وہ قدرت کے ارادہ ازلی اور تصرف نبی سے ہر قسم کی اخلاقی و اعتقادی آلودگی سے محفوظ رکھے گئے تھے، کیونکہ ان کی پشتوں سے نقل ہوتے سرور کائنات فخر موجودات، حضرت عبداللہ کی پاک پشت اور آمنہ کے پاک شکم میں آنے والے تھے“

(۲)

”عبد مناف کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے قمر المصطفیٰ کہتے تھے ان کا اصل نام مغیرہ تھا“..... آپ بتوں کو بہت برا جانتے تھے اور آپ پر آنحضرت کا نور آشکار اور نمایاں تھا“ (جلد ۲ ص ۳۱۴)

(۳)

”علامہ محمود شکاری نے (حضرت ہاشم) کو بھی موحدین و حکام عرب کی صف میں شمار کیا ہے“ (جلد ۱ ص ۳۵۳)

(۴)

(حضرت عبدالمطلب) موجود خدا پرست تھے، روز جزا اور قیامت کے

زبان میری ہے بات ان کی

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ماز نام مصطفیٰ است



باب چہار دہم

خلفاء ثلاثہ کی عظمت

خلفاء ثلاثہ کی عظمت

اس باب میں ہمارا روئے سخن شیعہ حضرات کی طرف ہے۔ شیعہ حضرات خلفاء ثلاثہ حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروق، حضرت سیدنا عثمان غنی کی عظمت و خلافت کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کی مستند کتابوں میں ان کے علما اور متفقہ شخصیات امامان اہل بیت کے روشن فیض موجود ہیں، چند کارآمد حوالے پیش خدمت ہیں۔

عظمت صدیق اکبر

خلیفہ بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت و شوکت اس قدر تابناک ہے کہ لاکھ مخالفت کے باوجود مخالفین کو بھی انکار کی جرأت نہیں اس حقیقت کا نظارہ کیجئے۔

علامہ ابن الحسن طبرسی کا فیصلہ

علامہ ابن الحسن طبرسی شیعہ مورخ و مفسر نے فرمایا ہے۔

☆ ”ابوالقاسم بخنی نے ذکر کیا کہ غزوہ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف تیرہ آدمی باقی رہے۔ پانچ کا تعلق مہاجرین سے اور آٹھ کا تعلق انصار سے تھا، مہاجرین کے پانچ یہ تھے، علی، ابوبکر، طلحہ، عبدالرحمن

زبان میری ہے بات ان کی

ان عوف اور سعد بن ابی وقاص“ (مجمع البیان جلد ۲ ص ۵۲۲)

۶۱ ”تم میں سے فضیلت والے اور مالی وسعت والے لوگ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے قریبیوں، مسکینوں اور مہاجرین کی امداد نہ کریں گے، بیشک اللہ تعالیٰ کا قول لا یاتلہوا الفضل منکم ابوبکر اور مسطح بن اثاثہ نے حق میں نازل ہوا“ (ایضاً جلد ۴ ص ۱۳۲)

۶۲ ”جس شخص نے دیا اور متقی رہا اور اچھی باتوں کی تصدیق کی تو بہت بلند ہم اسے آسانی کی توفیق دیں گے، ابن زبیر سے روایت ہے کہ فاقاً من اعطی واتقنی کی آیت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی، آپ نے بہت سے امام خریدے جو مسلمان ہو گئے تھے، جیسا کہ بلال، عامر بن فہیرہ اور ابوبکر نے ان کو آزاد بھی کر دیا“ (ایضاً جلد ۵ ص ۱۰۱)

۶۳ ”من الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً، کون ہے جو اللہ کو قرض منہ دیتا ہے“ کی آیت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی، ایک یہودی فحاح بن مازور نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں، اگر وہ مالدار ہوتا تو ہم سے قرض کیوں طلب کرتا، ففصّب ابوبکر و ضرب وجہہ، پس ابوبکر نے غصے میں آ کر اس گستاخ کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا“ (ایضاً جلد ۲ ص ۵۲۷)

۶۴ ”عروہ نے کہا کہ اے محمد آپ اپنی قوم کی جڑ کاٹ دیں گے..... اس پر ابوبکر نے غصے میں آ کر کہا تو لات کی شرمگاہ چوم، کیا ہم حضور کو چھوڑ دیں گے؟ اس نے پوچھا یہ مجھے گالی دینے والا کون ہے؟ کہا، ابوبکر اس نے کہا اللہ کی قسم اگر میں ابوبکر کے احسان کے بوجھ تلے نہ دبا ہوتا تو ضرور اسے

زبان میری ہے بات ان کی

گالی کی سزا دیتا“ (ایضاً جلد ۵ جز ۹ ص ۱۱۷)

☆ ”حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے مسلمان ہونے والے ابو

ہیں“ (ایضاً جلد ۳ ص ۶۵)

علامہ ابوالحسن علی ابن ابراہیم قمی کا فیصلہ

مفسر شیعہ علامہ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی کا ارشاد ہے۔

☆ ”حضرت علی اٹھے اور نماز کی تیاری کر کے مسجد میں آئے اور ابو

کے پیچھے نماز پڑھی“ (تفسیر قمی ص ۵۰۳)

☆ ”غار ثور میں حضورؐ نے ابوبکر کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا انہیں بھی

جعفر طیار کی کشتی اور انصار نظر آ گئے اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ تو صدیق

ہے“ (تفسیر قمی ص ۳۶۶)

مرزا محمد تقی سہپر کا فیصلہ

شیعہ مورخ لسان الملک مرزا محمد تقی سہپر کا ارشاد ہے۔

☆ ”جب ابوبکر و عمر نے تقویٰ سے کام لیا روئی کا لباس پہنا اور

تکلیف دہ چیزوں کو پسند کرنے لگے لوگوں پر مال غنیمت تقسیم کیا مگر خود دنیوی

دولت سے دور ہو گئے اس لئے لوگوں کا شبہ تھا تو وہ بڑھ گیا چنانچہ وہ کہنے

لگے کہ اگر انہوں نے نفسانی خواہشوں سے نص کی مخالفت کی ہوتی تو دنیوی

دولت سے بہرہ مند کیوں نہ ہوتے کوئی بھی دانش مند آدمی جب نص کی

مخالفت کرتا اور دین ضائع کرتا ہے تو دنیوی زندگی کو ضرور پر رونق بناتا ہے

جب ابوبکر و عمر نے دنیا سے ہی ہاتھ اٹھا لیا تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں

زبان میری ہے بات ان کی

نے نص کی مخالفت کی“ (تاریخ التواریخ جلد ۳ ص ۷۲)

شیخ ابراہیم حسین انبلی فیصلہ

شارح نہج البلاغہ شیخ ابراہیم انبلی کا ارشاد ہے۔

☆ ”میرے نزدیک صحیح یہ ہے اور یہی ائمہ کا قول اور مشہور ہے کہ

مذکورہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی آخر نماز نہ تھی اور یقیناً ابوبکر

نے اسکے بعد دو دن کی نمازیں لوگوں کو پڑھاں پھر حضور کا وصال ہو گیا“

(الدرة الخفية شرح نہج البلاغہ ص ۲۲۵)

علامہ محمد بن خاوند شاہ فیصلہ

شیعہ حضرات کے مستند عالم علامہ محمد بن خاوند شاہ کا ارشاد ہے۔

☆ ”اچھے انجام والے ابوبکر کے دل پر اللہ عنایتوں کا آفتاب جلوہ

کر ہوا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جس کو بھی اسلام کی

دعوت دی اس نے اسے فوری طور پر قبول کرنے میں تردد کیا اور غور کیا مگر

ابوبکر ایسا ہے جس نے اسلام قبول کرنے میں کسی تردد کا اظہار نہ کیا۔ ابوبکر

اتھے اخلاق نیک اعمال اچھی خصلتوں اور عمدہ صنم کی وجہ سے عوام میں

مشہور تھے مہمان نوازی میں ان کا کوئی ثانی نہیں لاقریش کو ان سے بہت

اس تھا وہ ان کی صحبت کو غنیمت جانتے تھے بڑا ہم کاموں میں ان کی

دائے کو درست سمجھتے تھے اور ان کے روشن فکر سے الیا کرتے تھے انہیں علم

انساب اور تاریخ میں مکمل عبور حاصل تھا۔ اسلام قیام کرنے کے بعد انہوں

نے اپنے دوستوں کو اسلام کی دعوت دی وہ واضح ثنات کے ساتھ حضورؐ کے

زبان میری ہے بات ان کی

ارشادات لوگوں تک پہنچائے یہاں تک کہ قریش کے بڑے لوگ انکی ہمت سے اسلام کے دامن میں آ گئے یعنی عثمان بن عفان، طلحہ بن عبد اللہ زبیر بن العوام، سعد بن العوام، سعد بن ابی وقاص، عبد الرحمن بن عوف وغیرہ (روضة الصفاء جلد ۲ ص ۲۷۷)

☆ ”حضرت عمر بن العاص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کس کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں؟ فرمایا عائشہ کو عرض کیا مردوں میں؟ فرمایا اس کا باپ ابوبکر پھر عرض کیا ان کے بعد کس کا مقام ہے؟ فرمایا عمر بن خطاب کا“ (روضة الصفاء جلد ۲ ص ۲۸۰)

شیخ ابوالحسن علی بن حسین مسعودی کا فیصلہ

مشہور شیعہ مورخ ابوالحسن علی مسعودی نے لکھا ہے۔

☆ ”امیر معاویہ نے ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے پوچھا ابوبکر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ فرمایا اللہ رحم کرے ابوبکر پر خدا کی قسم وہ قرآن پڑھنے والے منکرات سے روکنے والے اپنے گناہوں سے واقف رہنے والے اللہ سے ڈرنے والے شہادت سے منع کرنیوالے معروف کا حکم کرنیوالے رات کو جاگنے والے دن کو روزہ رکھنے والے تقویٰ میں اپنے ساتھیوں پر فوقیت رکھنے والے زہد اور عفت کے سردار تھے جس نے ابوبکر پر اعتراض کیا اللہ اس پر اپنا غضب نازل فرمائے“ (مروج الذهب جلد ۳ ص ۵۵)

مفسر فیض کاشانی کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے مشہور مفسر فیض کاشانی نے تسلیم کیا ہے کہ حضور صلی

زبان میری ہے بات ان کی

اللہ علیہ وسلم نے حضرت حصہ سے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر کو خلافت ملے گی ان کے بعد تمہارے والد عمر کو خلافت ملے گی انہوں نے عرض کیا حضور آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا اللہ علیم وخبر نے (تفسیر صافی جلد ۴ ص ۷۱۶)

متفقہ شخصیات کے فیصلے

اب ہم امانان اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے مبارک فیصلے نقل کرتے ہیں تاکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت مزید نکھر کر سامنے آ جائے۔ اور ہند آنکھوں کو نور کی کرن نصیب ہو جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا فیصلہ

تاجدار ہل اتی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

☆ ”اسلام کے اعتبار سے سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں سب سے بہتر خلیفہ ابوبکر صدیق تھے اور ان کے خلیفہ عمر فاروق تھے مجھے قسم ہے کہ اسلام میں ان دونوں کا عظیم رتبہ ہے۔ انکے وصال کے بعد اسلام پر بہت سخت دور آیا اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے اور انہیں انکے اعمال کا بہترین اجر عطاء فرمائے“ (ابن مثم شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۳۶۲)

☆ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا یہ دونوں سیرت و کردار میں بلند پایہ انسان تھے انہوں نے امت میں خوب انصاف کیا ہمیں ان دونوں سے یہ شکایت تھی کہ وہ ہم سے پوچھے بغیر خلیفہ بن گئے لیکن ہم نے ان کی اس غلطی کو معاف کر دیا“ (واقعہ صفین ص ۱۳۹)

زبان میری ہے بات ان کی

☆ ”ابوبکر و عمر عادل اور منصف امام تھے دونوں حق پر رہے اور دونوں کا حق پر وصال ہوا قیامت کے روز ان دونوں پر اللہ کی رحمت نازل ہو“ (احقاق حق ص ۱۶)

☆ ”تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گواہ بن جاؤ کہ انہوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا ہے“ (تفسیر صانی جلد ۲ ص ۵۶۱)

حضرت حسن مجتبیٰ کا فیصلہ

عکس رسول جگہ گوشہ بتول حضرت سیدنا حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

☆ ”میں مسلمانوں کی ولایت تمہیں اس شرط پر سپرد کرتا ہوں کہ تم اللہ کی کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کی سیرت کے مطابق عمل کرو گے“ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۱ ص ۵۷۰)

حضرت زین العابدین کا فیصلہ

امام برحق سیدنا حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عراقی وفد آیا اور اس نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی شان میں نازیبا الفاظ ادا کئے آپ نے فرمایا ”میرے سامنے سے دور ہٹ جاؤ اللہ تمہیں اس بدکلامی کی سزا دے“ (جلالین جلد ۱ ص ۳۹۳)

حضرت امام حسن عسکری کا فیصلہ

امام برحق سیدنا حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

زبان میری ہے بات ان کی

☆ ”ہجرت کی رات جبریل نے آپ کو اللہ کا پیغام پہنچایا کہ آپ اپنے ساتھ ابوبکر کو لے لیں کیونکہ اس نے آپ سے محبت کی ہے آپ کی ممانعت کی ہے۔ آپ کا بوجھ اٹھایا ہے۔ اور آپ کے ساتھ معاہدوں میں ثابت قدم رہا ہے جنت میں آپ کا رفیق ہوگا“ (تفسیر حسن عسکری ص ۲۳۱)

حضرت امام محمد باقر کا فیصلہ

امام برحق حضرت سیدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

☆ ”ہاں ابوبکر کیا ہی اچھے ہیں صدیق ہیں صدیق ہیں صدیق ہیں جو ان کو صدیق نہ مانے خدا دنیا و آخرت میں اسکی تصدیق نہ فرمائے“ (کشف الغمہ ص ۳۶۰)

حضرت امام جعفر صادق کا فیصلہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ صدیق نے مجھے دو مرتبہ جنا (احقاق حق ص ۷)

عظمت فاروق اعظم

اب ذیل میں عظمت فاروق اعظم پر شیعہ حضرات کے حوالہ جات بیان کیے جاتے ہیں۔

علامہ محمد بن خاوند شاہ کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے مایہ ناز مورخ علامہ محمد بن خاوند شاہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قبول ایمان کا واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ لکھنے کے بعد

زبان میری ہے بات ان کی

لکھتے ہیں۔

☆ ”کافر حضرت عمر کی طرف متوجہ ہوئے“ حضرت عمر نے ان تمام کعبہ کے ارد گرد سے بھگا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ کہ شریف میں آئے اور باجماعت نماز ادا کی اور یہ آیت یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین نازل ہوئی“..... مختصر یہ کہ ملت اسلامیہ کو ان کے ایمان لانے سے بہت تقویت ہوئی اور اہل توحید ان کی موافقت کی وجہ سے مضبوط دل ہو گئے اور غالب آ گئے“ (روضۃ الصفاء ص ۲۸۴)

مرزا محمد رفیع مشہدی کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے مشہور مورخ و شاعر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قبول ایمان کا واقعہ منظوم لکھتے ہیں چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

چو درواز کردند بروئے او	درآمد عمر بالب عذر
گرفتند ببر سرور انبیاء	نشاندش بجائے کہ بودش
بگفتند اصحاب ہم تہنیت	وزاں پیشتر یافت دیں تقو
پس اصحاب دیں راشد ایں مدعا	کہ از خدمت سرور انما
بسوئے حرم آشکارا روند	نماز جماعت بجا آ
رسید ایں سخن چوں بغرض رسول	زخیر البشر یافت عز و قوا

علامہ عبد الحمید المعروف ابن حدید کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے مشہور علامہ ابن حدید نے تسلیم کیا ہے۔

زبان میری ہے بات ان کی

”جب عمر بن خطاب برہنہ تلوار لئے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمر ہے اے اللہ! عمر کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا کر دے“ عمر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ وہاں موجود تمام لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کو مسجد میں موجود مشرکین نے سنا“ (شرح ابن حدید جلد ۳ ص ۱۴۳)

”حضرت عمر زخمی ہو کر بیہوش ہو گئے کسی نے کہا نماز آپ کو ہوش آ گیا اور نماز پڑھی پھر فرمایا اللہ کی قسم میں نماز کو نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ جس نے نماز چھوڑ دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں آپ نے نماز پڑھی اور زخموں سے نکل رہا تھا“ (شرح ابن حدید ص ۱۳۶)

علامہ ابن داؤد دنیوری کا فیصلہ

مشہور شیعہ مورخ علامہ ابن داؤد دنیوری لکھتے ہیں۔

”حضرت علی رضی اللہ عنہ بارہ رجب بروز پیر ۲۶ھ کو کوفہ میں شریف لائے آپ سے عرض کیا گیا کہ قصر امارت میں ٹھہریں آپ نے فرمایا ہرگز نہیں! کیونکہ ایسی جگہ میں حضرت عمر ٹھہرنا پسند نہیں فرماتے تھے اس لئے میں عام مکان میں قیام کروں گا“ (الاخبار الطوال ص ۱۵۶)

علامہ ابن شہر آشوب کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے مستند مورخ ابن شہر آشوب نے تسلیم کیا ہے۔

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا کہ تیری کیا شان ہوگی جب تجھے میرے بعد کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے لہذا جب

زبان میری ہے بات ان کی

ایران فتح ہوا تو عمر فاروق نے سراقہ بن مالک کو طلب کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری کرتے ہوئے ہوئے سراقہ کے ہاتھوں میں کنکھن پہنا دیئے“ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۱۰۹)

مفسر فیض کاشانی کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے مشہور مفسر فیض کاشانی نے آیت یومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔

☆ ”جب مسلمانوں نے فارس کی لڑائی لڑی تو اس کی فتح پر مسلمان اللہ تعالیٰ کی مدد پر بہت خوش ہوئے۔ بیشک فارس پر حضرت عمر کے دور میں مومنوں کو غلبہ نصیب ہوا“ (تفسیر صانی جلد ۲ ص ۲۹۵)

متفقہ شخصیات کے فیصلے

اس موضوع پر اب ہم ان متفقہ شخصیات کے فیصلے رقم کرتے ہیں جو فریقین کے نزدیک نہایت قابل احترام ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ کا فیصلہ

امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

☆ ”عمر فاروق“ حضرت ابوبکر صدیق کے بعد خلیفہ ہوئے، امر خلافت کو مستحکم کیا اور سب پر تسلط حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ اسلام مضبوط ہو گیا جس طرح کہ اونٹ آرام کے وقت گردن زمین پر رکھ دیتا ہے“ (فیض الاسلام شرح فتح البیان ص ۳۰۰)

☆ ”میرے نزدیک کوئی عمل اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں کہ جب میں

زبان میری ہے بات ان کی

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں تو اس کفن پوش (عمر) کے اعمال نامے کے ساتھ ملاقات کروں“ (معانی الاخیار ص ۳۱۲)

☆ ”ایک شخص نے حضرت ابوبکر و عمر کو گالی دی، حضرت علیؑ نے اس کو طعنے فرمایا، گواہی ملنے کے بعد اسے سزا دی گئی“ (کشف الغمہ)

☆ ”اگر میرے پاس کوئی آدمی آئے اور مجھے ابوبکر و عمر سے افضل سمجھے تو میں اسے ضرور مفتری کی حد کے مطابق درجے ماروں گا“ (رجال کشی ص ۲۱)

☆ ”حضرت ابوبکر و عمر کی محبت ایمان ہے اور انکا بغض کفر ہے“ (رجال کشی ص ۳۳۸)

☆ ”اللہ تعالیٰ فلاں شخص (عمر) کے شہروں میں برکت دے جس نے نبی کو دور کیا، مگر اہوں کو راہ راست پر لائے بیماری کا علاج کیا، شہر والوں کو ایمان کیا اور سنت طریقہ کو جاری کیا“ (فیض الاسلام جلد ۲ ص ۷۱)

حضرت امام محمد باقر کا فیصلہ

امام برحق حضرت سیدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

☆ ”میں عمر کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں لیکن ابوبکرؓ عمر سے افضل ہیں“ (تاج طبری جلد ۲ ص ۲۳۷)

☆ ”(سوال کیا گیا کہ کیا ابوبکر و عمر نے آپ کے حقوق میں ظلم کیا ہے؟) آپ نے فرمایا ”نہیں! اللہ کی قسم جس نے اپنے رسول پر کتاب نازل فرمائی، ان دونوں نے ہمارے حقوق کے متعلق ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم

زبان میری ہے بات ان کی

نہیں کیا، عرض کیا گیا کہ ان سے محبت رکھنی چاہیے، فرمایا ”ہاں! تم دونوں سے دنیا و آخرت میں محبت کرو“ (شرح ابن حدید)

عظمت عثمان غنی

اب ذیل میں عظمت عثمان غنی پر شیعہ حضرات کے حوالہ جات بیان کیے جاتے ہیں۔

مجتہد علی نقی کا فیصلہ

شارح نہج البلاغہ مجتہد علی نقی نے لکھا ہے۔

☆ ”حضرت عثمان قرابت کے اعتبار سے حضرت ابوبکر و عمر کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں۔ پھر انہوں نے داماد رسول ہونے کے حوالے سے وہ مرتبہ حاصل کیا جو ابوبکر و عمر کو نہ مل سکا، حضرت عثمان نے حضرت رقیہ و ام کلثوم سے شادی کی جو مشہور روایات کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں، پہلے حضرت رقیہ سے شادی فرمائی، انکے انتقال کے بعد حضرت ام کلثوم سے انکا نکاح ہوا“ (فیض الاسلام جلد ۳ ص ۵۱۹)

مرزا محمد رفیع مشہدی کا فیصلہ

مشہور شیعہ شاعر و مورخ مرزا مشہدی نے لکھا ہے۔

بو سید عثمان زمین و زمان	بمقصد رواں شد جو تیر از کماں
چوں او رفت اصحاب روزِ دگر	بلگفتند چندیں بہ خیر البشر
خوشا حال عثمان با احترام	کہ شد قسمتش حج بیت الحرام

زبان میری ہے بات ان کی

اے خدا چوں شنید ایں سخن پیاخ چین گفت با انجمن
ان ندا دیم ماریں گماں کہ تنہا کند طواف آں آستان

(عملہ حیدری ص ۱۱۹)

علامہ یعقوب کلینی کا فیصلہ

مشہور شیعہ عالم علامہ یعقوب کلینی نے بھی بیعت رضوان کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

”رسول اللہ نے اپنا ایک ہاتھ مبارک دوسرے ہاتھ مبارک پر مارا اور حضرت عثمان کیلئے بیعت لی اور مسلمانوں نے عرض کی کہ حضرت عثمان اے خوش نصیب ہیں، جنہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی عادت حاصل کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”حضرت عثمان نے ایسا نہیں کیا ہوگا“ جب حضرت عثمان حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا، تو انہوں نے عرض کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف نہیں کیا تو میں کیسے کر سکتا تھا“ (کتاب الروضہ جلد ۸ ص ۳۲۵)

علامہ فتح اللہ کاشانی کا فیصلہ

شیعی مفسر ملاح فتح اللہ کاشانی نے لکھا ہے۔

”ان مومنوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جنہوں نے (حدیبیہ کے مقام پر) درخت کے نیچے بیعت کی“ (تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۳۶۵)

زبان میری ہے بات ان کی

علامہ باقر مجلسی کا فیصلہ

شیعی مورخ علامہ باقر مجلسی نے لکھا ہے۔

☆ ”جب مشرکین نے عثمان کو گرفتار کر لیا اور حضور کو خبر ہو گئی کہ انہوں نے عثمان کو قتل کر دیا ہے، حضور نے فرمایا ہم مشرکین کے ساتھ لڑائی کے لیے یہاں سے نہیں اٹھیں گے“ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۷۱۶)

☆ ”حضرت رقیہ اور ام کلثوم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ کے بطن پاک سے صاحبزادیاں تھیں، ان کا نکاح حضرت عثمان ہوا“ (حیات القلوب جلد ۲)

علامہ ابن الحسن طبرسی کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے مستند مفسر علامہ ابوالحسن طبرسی نے لکھا ہے۔

☆ ”جہشہ کی طرف خفیہ ہجرت کرنے کے لئے گیارہ مرد اور چار عورتیں نکلیں جن میں حضرت عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ محترمہ رقیہ جو رسول اللہ کی دختر پاک تھیں، بھی شامل تھے“ (تفسیر مجمع البیان جلد ۳ ص ۲۳۳)

علامہ عباس قمی کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے نامور مورخ علامہ عباس قمی نے لکھا ہے۔

☆ ”قرب الاسناد میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے پیدا ہوئی، وہ حضرت طاہر، حضرت قاسم، حضرت فاطمہ، ام کلثوم

زبان میری ہے بات ان کی

قیہ اور زینب ہیں، حضرت فاطمہ کا نکاح امیر المومنین سے ہوا، حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص سے ہوا، حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان سے ہوا“ (منتہی الآمال جلد ۱ ص ۷۹ فصل ۸)

علامہ حاجی ہاشم خراسانی کا فیصلہ

شیعہ مسلک کے مشہور تارخ دان علامہ حاجی ہاشم خراسانی نے لکھا ہے۔

☆ ”اما مخدوہ مکرمہ ام کلثوم اسم شریفش آمنہ بود بعد از جناب رقیہ عثمان تزویج شد لهذا عثمان ذوالنورین می گویند مخدوہ مکرمہ حضرت ام کلثوم کا نام شریف آمنہ تھا، ان کا نکاح حضرت رقیہ کے بعد حضرت عثمان سے ہوا، لهذا حضرت عثمان کو (ان دو صاحبزادیوں کی بدولت) ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہتے ہیں“ (منتخب التواریخ ص ۲۹)

علامہ فضل بن حسن طبرسی کا فیصلہ

علامہ فضل بن حسن طبرسی نے لکھا ہے۔

☆ ”رقیہ بنت رسول کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمان غزوہ بدر میں شریک ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں بدر کے اجر و ثواب میں شریک فرما لیا“ (اعلام النوری ص ۱۳۸)

متفقہ شخصیات کے فیصلے

اب ذیل میں عظمت عثمان غنی پر ان متفقہ شخصیات کے فیصلے پیش کئے جاتے ہیں جن کی تعلیمات پر فریقین کو ناز ہے۔

زبان میری ہے بات ان کی

حضرت علی المرتضیٰ کا فیصلہ

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا:

☆ بیشک لوگ میرے پیچھے ہیں جو مجھے آپ کے اور اپنے درمیان بنا کر لائے ہیں اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں آپ کو کیا کہوں میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جسے آپ نہ جانتے ہوں اور آپ کوئی ایسا امر نہیں پہنچا سا جسے آپ نہ پہچانتے ہوں۔ ہم نے کسی چیز میں آپ سے سبقت نہیں کی جس سے آپ کو خبردار کریں۔ جو کچھ ہم نے دیکھا وہی کچھ آپ نے دیکھا جو کچھ ہم نے سنا وہی کچھ آپ نے سنا جیسی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی ویسی آپ نے اختیار کی ابن خطاب اور ابن ابوقحافہ عمل حق میں آپ سے افضل نہیں ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی وجہ سے زیادہ قریب ہیں اور آپ پیغمبر کی دامادی کے شرف سے مشرف ہیں یہ وہ مرتبہ ہے جس پر دو دنوں نہ پہنچ سکے“ (نہج البلاغہ ص ۱۶۴ ص ۲۳۲)

☆ ”شہادت عثمان کے بعد حضرت علی ان کے گھر غم زدہ داخل ہوئے اور اپنے دونوں بیٹوں کو فرمایا تم دونوں دروازے پر تھے تو ایسے میں امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے اس کے بعد امام حسن کے منہ پر طمانچہ مارا امام حسین کے سینہ پر مکہ رسید کیا“ (مروج الذهب ص ۲ ص ۲۳۵)

☆ ”درخت کے نیچے بیعت کرنیوالوں میں پہلا میں ہوں“ (نہج الصادقین جلد ۸ ص ۳۶۸)

زبان میری ہے بات ان کی

اٹ

اس جملے سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کو حضرت عثمان سے شدید محبت تھی، چونکہ درخت کے نیچے بیعت حضرت عثمان کے قصاص کے لئے لی گئی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق کا فیصلہ

امام برحق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

☆ ”بنی عباس کا اختلاف بھی یقینی ہے۔ اور ندا بھی یقینی ہے محمد بن علی ملیبی نے پوچھا کہ ندا کیسی ہے؟ فرمایا ایک آواز دینے والا دن کے آغاز پر آسمان سے ندا کرتا ہے کہ ”جان لو بیشک علی اور انکے پیروکار ہی کامیاب ہیں اور دن کے اختتام پر بھی ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ ”خبردار عثمان اور ان کے پیروکار ہی کامیاب ہیں“ (فروع کافی جلد ۸ ص ۳۱۰)

حضرت امام علی رضا کا فیصلہ

امام برحق حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

☆ ”جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ امیر فوج حضرت عبداللہ بن عامر نے خراسان فتح کیا تو عجمیوں کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی دو لڑکیاں اسکے ہاتھ لگیں ان دونوں کو حضرت عثمان کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے ایک لڑکی حضرت حسن اور ایک لڑکی حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو عطا کر دی۔ یہ دونوں اولاد والی ہو کر فوت ہوئیں امام حسین کی زوجہ سے حضرت زین العابدین پیدا ہوئے“ (تنقیح المقال جلد ۳ ص ۸۰)

زبان میری ہے بات ان کی

باہمی تعلقات

ہمارا عقیدہ ہے کہ خلفاء راشدین اور اہل بیت پاک کے خاندانوں کے درمیان بہت قریبی تعلقات قائم تھے وہ عظیم لوگ رحماء پیغم کی عملی تفسیر تھے ایک دوسرے کی عظمت و کرامت کے معترف تھے اور آپس میں نہایت گہرے رشتے دار تھے ان حقائق کا ثبوت شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

☆ ”حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اس وقت حضرت عائشہ کی عمر دس سال تھی اور حضور کی عمر تیرن سال تھی“ (نخب التواریخ ص ۲۴)

☆ ”حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق کی صاحبزادی حفصہ سے ہجرت کے دوسرے سال نکاح فرمایا“ (ایضاً ص ۲۵)

☆ ”حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے جس نے مجھ سے شادی کی اور جس کو مجھ سے شادی ملی وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اللہ تعالیٰ نے اس کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اس حدیث کو شیعہ و سنی حضرات نے بیان کیا ہے“ (لوائح المنیریل جلد ۲ ص ۲۷۶)

☆ اسی کتاب میں اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ”جس نے مجھ سے دختر کا نکاح کیا یا جس سے میں نے دختر کا نکاح کیا وہ جہنم میں نہیں جائیگا“

☆ ”سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے داماد تھے“ (شرح ابن حدید جلد ۲ ص ۵)

زبان میری ہے بات ان کی

☆ ”سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے عائشہ بنت عثمان کا رشتہ مانگا جو منظور کر لیا گیا“ (مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص ۳۹)

☆ ”امام حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کی صاحبزادی حضرت عائشہ سے نکاح فرمایا“ (ایضاً ص ۴۰)

☆ ”حضرت حسن ثنی رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی فاطمہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پوتے عبداللہ بن عمرو سے نکاح فرمایا“ (ناخ التواریخ جلد ۶ ص ۵۳۴)

☆ ”حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت فاطمہ الزہراء کی شہزادی ام کلثوم زینب صغریٰ کا نکاح حضرت عمر بن خطاب سے ہوا“ (نتی الامال جلد ۱ ص ۲۱۷)

☆ ”حضرت علی نے حضرت عمر کے وصال کے بعد ام کلثوم کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے“ (فروع کافی جلد ۶ ص ۱۱۵)

☆ ”یہ روایت شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ کی کتاب استبصار جلد ۳ ص ۳۵۲ پر بھی موجود ہے۔

☆ ”اگر نبی نے اپنی بیٹی عثمان کو عطا فرمائی تو علی نے اپنی بیٹی عمر کو عطا فرمائی“ (مجالس المؤمنین جلد ۱ ص ۲۰۴)

☆ ”امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور انکا بیٹا زید بن عمر بن خطاب ایک ہی ساعت میں فوت ہوئے“ (تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۳۶۳)

☆ ”شیخ حر نے رسائل شیعہ میں حضرت عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے کہ ام کلثوم اور ان کے فرزند زید بن عمر کا جنازہ اٹھایا گیا جنازہ میں امام

زبان میری ہے بات ان کی

حسن، امام حسین عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم شریک ہوئے۔ امام کے قریب لڑکے کی میت رکھی اور اس کے پیچھے ام کلثوم کی میت رکھی اور کہا کہ یہی سنت طریقہ ہے، پس معلوم ہوا کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ واقعہ کربلا میں شریک نہ تھیں“ (تہذیب التواضع ص ۱۱۴) ام کلثوم صغریٰ جو کربلا میں شریک ہوئیں وہ حضرت علی کی کسی اور زوجہ محترمہ سے تھیں۔ اس پر شیعہ حضرات کی کتابیں گواہ ہیں، حضرت عمر کا نکاح ام کلثوم کبریٰ سے ہوا جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے پیدا ہوئیں، کشف الغمہ میں بھی حضرت علی کی اولاد میں ام کلثوم کبریٰ اور ام کلثوم صغریٰ کا ذکر ہے۔

☆ ”حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ کیا حضور ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت عثمان کے نکاح میں دی، حضرت صادق نے فرمایا، کیوں نہیں“ (حیات القلوب جلد ۲)

☆ ”حضور ﷺ نے فرمایا اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں عثمان کے نکاح میں دے دیتا“ (شرح ابن حدید جلد ۳ ص ۴۶۰)

☆ ”حضرت علی المرتضیٰؑ کے تین بیٹوں کے نام ابوبکر، عمر اور عثمان تھے“ (شمسی الامال جلد ۱ ص ۳۶)

نوٹ: بیٹوں کے نام رکھنا کیا خلفاء ثلاثہ کی محبت کی دلیل نہیں؟



زبان میری ہے بات ان کی

باب پانزدہم

صحابہ کرام کی عظمت

زبان میری ہے بات ان کی

صحابہ کرام کی عظمت

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے تمام صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے مقبول تھے اللہ تعالیٰ نے ان عظیم لوگوں کو اپنے محبوب کی صحبت و خدمت کیلئے جن لیا تھا، انکے ساتھ حسن آخرت کا وعدہ فرمایا اور انہیں امت اسلامیہ میں درجہ امتیاز پر فائز فرمایا۔ اس عقیدے کے نقوش شیعہ حضرات کی مستند کتابوں میں بھی موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ عباس قمی کا فیصلہ

شیعی مورخ شیخ عباس قمی رقم طراز ہیں۔

☆ ”تمام صحابہ کرام ایک دوسرے کیساتھ عدالت، انصاف اور احسان کے ساتھ پیش آتے تھے ایک دوسرے کو تقویٰ و پرہیزگاری کی تلقین فرماتے تھے اور ایک دوسرے کیساتھ تواضع اور شکستگی سے ملتے تھے بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے اور غریبوں کی رعایت فرماتے تھے“ (شہی الامال جلد ۱ ص ۲۳)

علامہ کاشانی کا فیصلہ

شیعی مفسر علامہ کاشانی نے وعدہ اللہ الحسنیٰ کے تحت لکھا ہے۔

زبان میری ہے بات ان کی

”جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا اور جنہوں نے فتح مکہ سے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ نے ان سب سے بہترین جزا کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ جنت ہے۔ لیکن اس میں درجات خرچ کرنے کے اعتبار سے ہوں گے“ (تفسیر منہج الصادقین جلد ۹ ص ۱۷۱)

علامہ ابوالحسن طبرسی کا فیصلہ

شیعی مفسر علامہ ابوالحسن طبرسی آیت ”لقد رضی اللہ“ کے تحت لکھتے ہیں۔
 ”اللہ تعالیٰ یقیناً ان ایمان والوں سے رضی ہو گیا جنکی تعداد مشہور روایات کے مطابق پندرہ سو پچیس 1525 ہے۔ ان لوگوں نے حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے بیعت کی جسے بیعت رضوان کہتے ہیں کیونکہ اللہ نے ان سے اپنی رضا کا وعدہ فرمایا تھا۔ اور اس کی رضا دراصل ان کی تعظیم کے ارادے اور ان کی ثابت قدمی کے ذریعے ظاہر فرمائی تھی..... تو اللہ انکے صدق نیت کو جانتا تھا جو جہاد کے بارے میں انکے رویے میں موجود تھا۔ کیونکہ انکی بیعت جہاد کی خاطر تھی اور یہ بھی کہا گیا کہ انکے دلوں میں یقین، صبر اور وفا کے جذبے تھے اللہ کو ان کا اچھی طرح علم تھا۔ اللہ نے ان پر سکینہ نازل فرمائی جو انکے دلوں کی مضبوطی اور تسلی کا باعث ہوئی“ (مجمع البیان جلد ۵ ص ۱۱۶)

متفقہ شخصیات کے فیصلے

اب ذیل میں ہم صحابہ کرام کی عظمت پر ان متفقہ شخصیات کے فیصلے نقل کرتے ہیں جن کی محبت ہمارے لئے سرمایہ ایمان ہے۔

زبان میری ہے بات ان کی

حضرت علی المرتضیٰ کا فیصلہ

مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کا کلام بلاغت نظام صحابہ کرام کی شان و عظمت کے بیان سے بھرا ہوا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

☆ ”کہاں ہے وہ گروہ جنہیں اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا اور وہ اسے قبول کر لیتے تھے وہ قرآن کو پڑھتے تھے اور اپنے اعتقادات کو اس کے ساتھ مضبوط کرتے تھے جہاد کیلئے براہیختہ ہوتے تھے اور اپنی دودھ دینے والی اونٹنیوں کو ان کی اولاد سے جدا کر دیتے تھے۔ اور تلواروں کو نیا مومن سے کھینچ لیتے تھے۔ اور وہ دستہ دستہ اور گروہ گروہ ہو کر اطراف زمین پر چھا جاتے تھے۔ اس پر قبضہ کر لیتے تھے۔ بعض ان میں ہلاک ہو جاتے تھے اور بعض نجات پا جاتے تھے۔ یہ زندہ رہنے والوں کی زندگی پر انہیں خوشخبری کی آواز تھی اور نہ مرنے والوں کی تعزیت میں مصروف ہوتے تھے۔ ان کی آنکھیں روتے روتے تباہ ہو گئی تھیں ان کے شکم روزہ رکھتے رکھتے لاغر ہو گئے تھے دعائیں کرتے کرتے انکے ہونٹ سوکھ گئے تھے شب بیداریوں سے زردیاں ان پر چھا گئیں تھیں سجدوں کا غبار ان کے چہروں پر موجود رہتا تھا وہ لوگ میرے بھائی تھے جو چلے گئے ہم پر لازم ہے کہ ان کی ملاقات کے پیات رہیں اور انکی جدائی پر اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹا کریں“ (نیرنگ نصاحت ترجمہ نوح البلاغ ص ۱۷۱)

☆ ”اب میری دعا ہے اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ پروردگار عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے اور مجھے ان لوگوں کے

زبان میری ہے بات ان کی

ساتھ ملحق فرما دے جو تم سے زیادہ میرے لئے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے خدا کی قسم! ان کی رائیں اور تدبیریں مامون و مبارک تھیں۔ وہ دانش مندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے۔ وہ راست گفتار وہ بغاوت اور جور و ستم کو ختم کرنے والے تھے گزر گئے دریاں حالانکہ ان کے پاؤں طریقہ اسلام پر مستقیم تھے وہ راہ واضح پر چلے اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبیٰ میں فتح و فیروزی حاصل کی نیک اور گوارا کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے“ (ایضاً ص ۱۶۸)

☆ ”میں نے محمد ﷺ کے اصحاب کو دیکھا ہے تم میں کوئی بھی ان کی نظیر دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ الجھے ہوئے بال غبار آلود چہرے ان کی راتیں قیام اور سجود میں گزرتی تھیں کبھی انکی پیشانیاں صرف سجود ہوتی تھیں کبھی وہ اپنے معاد سے ایسے ہو جاتے تھے جیسے بقیہ خرما سجدوں کے طول سے ان کی آنکھوں کے درمیان گھٹے پڑ کر ایسے ہو گئے تھے۔ جیسے بکریوں کے زانواں جب خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہوئیں جیب و دامن کو ترتر کر دیتی تھیں وہ خوف عقوبت اور امید ثواب سے ایسے لرزتے تھے جیسے آندھی کے وقت درخت جنبش کیا کرتے ہیں“ (ایضاً ص ۱۳۲)

☆ ”میں تمہیں اصحاب رسول کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ کسی کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے آپ کے بعد کوئی کام خلاف اسلام نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کریں والوں کو دوست بنایا۔ اور پناہ دی رسول اللہ نے بھی انکے متعلق یہی وصیت فرمائی ہے۔ (الامالی جلد ۲ ص ۱۳۶)

زبان میری ہے بات ان کی

☆ ”میں تمہیں نماز، زکوٰۃ اور جہاد کی وصیت کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ نبی پاک کے کسی صحابی کو گالی نہ دینا“

حضرت امام حسن عسکری کا فیصلہ

امام برحق حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔

☆ ”آل محمد کو تمام انبیاء کی آل پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی محمد ﷺ کو تمام انبیاء پر اصحاب محمد کو دیگر انبیاء کے اصحاب پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی محمد ﷺ کو تمام رسولوں پر اسی طرح امت محمدی تمام امتوں سے اشرف و اعلیٰ ہے“ (آثار حیدری ترجمہ تفسیر حسن عسکری ص ۱۷۷)

حضرت امیر معاویہؓ

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور سرور کائنات ﷺ کے بردار نسبتی ہیں، پاک صحابی ہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف ان سے بعض اجتہادی خطائیں سرزد ہوئیں اور مجتہد کو خطا پر بھی ایک ثواب حاصل ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا امیر تسلیم کر لیا۔ اور تمام مسلمان ان کی ذات پر اکٹھے ہو گئے، جب رسول اللہ ﷺ کے شہزادوں نے ان کو معاف کر دیا تو کسی اور کو ان پر اعتراض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں شیعہ حضرات کی مستند کتابیں ہماری تائید کر رہی ہیں۔

زبان میری ہے بات ان کی

شیخ محمد بن عمر الکشی کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے بلند پایہ محدث و مورخ شیخ محمد بن عمر الکشی نے لکھا ہے۔

☆ ”حضرت امیر معاویہ نے حضرت حسن بن علی کو لکھا کہ آپ خود امام حسین اور اصحاب علی کے ہمراہ تشریف لائیں اس پیغام کے ملتے ہی وہ روانہ ہوئے، قیس بن سعد بن عبادہ بھی ہمراہ تھے۔ سب شام پہنچے امیر معاویہ نے ایک خطیب مقرر کیا جس نے امام حسن سے کہا کہ اٹھیے اور بیعت کیجئے، وہ اٹھے اور بیعت کی، پھر امام حسین کو بھی یہی کہا گیا، وہ بھی اٹھے اور بیعت کی، پھر قیس بن سعد سے کہا گیا تو انہوں نے امام حسین کی طرف دیکھا، انہوں نے فرمایا امام حسن میرے امام ہیں (جب انہوں نے بیعت کر لی تو تجھے اس پر کیا اعتراض ہے) (رجال کشی ص ۱۰۲)

نوٹ

ذرا غور کرنا چاہیے کہ اگر یزید اور امیر معاویہ میں کوئی فرق نہیں تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کیوں کی؟ کربلا تو امیر معاویہ کے دور میں برپا ہوئی چاہیے تھی، امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے امام حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنا ان کے امیر المومنین ہونے کی دلیل ہے، اب لوگوں کو چاہیے کہ ان پاکبازوں کے امیر کو برا نہ کہیں۔

مرزا محمد تقی کا فیصلہ

لسان الملک مرزا محمد تقی نے لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے یزید سے کہا تھا۔

زبان میری ہے بات ان کی

☆ ”اے بیٹا ہوس نہ کرنا اور خبردار جب تو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو تو تیری گردن میں حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کا خون نہ ہو۔ ورنہ کبھی آسا نہ دیکھے گا اور تو ہمیشہ عذاب میں رہے گا“ پھر ابن عباس کی روایت بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! اس شخص سے برکت اٹھا لے“ میرے حسین کی حرمت میں کمی کرے۔ امیر معاویہ نے یہ کہا اور ان کو ٹپکی آگئی“ (ناخ التواریخ جلد ۶ ص ۱۱۱)

☆ ”امیر معاویہ کا معمول تھا کہ وہ ہر سال ہزار ہزار درہم بیت المال سے حضرت امام کی خدمت میں ارسال کیا کرتے تھے اس کے علاوہ بہت قیمتی تحائف بھی بھیجا کرتے تھے“ (ایضاً جلد ۶ ص ۷۸)

ملا باقر مجلسی کا فیصلہ

ملا باقر مجلسی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ امیر معاویہ نے یزید کو وصیت کی تھی ☆ ”ان کی قرابت رسول کو یاد رکھنا اور انکے افعال کا محاسبہ نہ کرنا اور میرے قائم کردہ تعلقات کو مت توڑنا اور خبردار ان کو کوئی تکلیف نہ دینا“ (۱۶۱) (العیون جلد ۲ ص ۳۲۲)

علامہ احمد بن داود دنیوری کا فیصلہ

مشہور شیعہ مورخ علامہ دنیوری نے لکھا ہے کہ ☆ ”مورخین کا قول ہے کہ حسین کریمین رضی اللہ عنہما نے پوری زندگی امیر معاویہ سے کوئی ناپسندیدہ اور غلط بات نہ دیکھی اور نہ سنی اور نہ ہی امیر معاویہ نے ان شرائط سے روگردانی کی جو ان کے درمیان صلح کے وقت انجام

زبان میری ہے بات ان کی

مجتہد ابو مخنف کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے مجتہد اول ابو مخنف نے اپنے مقتل میں حضرت امام مین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لکھا ہے جو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں ارسال فرمایا۔

”آپ کا رقعہ ملا اس کی تحریر کو سمجھا میرے بھائی امام حسن نے آپ سے جو معاہدہ کیا ہے میں اسے ہرگز نہ توڑوں گا اور جو باتیں آپ نے ہم کیں وہ غیبت کرنے والوں اور مسلمانوں کی جماعتوں میں رخنہ ڈالنے والوں نے کیں خدا کی قسم وہ جھوٹ بولتے ہیں“ امیر معاویہ کو یہ رقعہ ملا تو وہ اپنے ارادے سے رک گئے اور انہوں نے صلہ رنجی سے کام لیا اور ہدیوں میں کوئی کمی نہ آنے دی امیر معاویہ انہیں ہر سال دس لاکھ دینار دیا کرتے تھے یہ ان تحائف سے الگ تھے جو وہ حضرت امام کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے“ (مقتل ابی مخنف ص ۶)

”امام حسن نے امیر معاویہ کی بیعت کر لی“ (مقتل ابی مخنف ص ۶ جلاء ۱۰۱ ص ۳۹۵ جلد ۱)

متفقہ شخصیات کے فیصلے

ذیل میں امیر معاویہ کی عظمت و مغفرت پر متفقہ شخصیات کے فیصلے نقل کئے جاتے ہیں تاکہ فریقین کو سرور و سکون نصیب ہو جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا فیصلہ

زبان میری ہے بات ان کی

حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بارے میں واضح طور پر فرمایا ہے۔

☆ ”حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور انکا خدا ایک ہے رسول ایک ہے۔ دعوت اسلام ایک ہے ہم خدا پر ایمان لانے اسکے رسول کی تقدیر کرنے میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں نہ وہ ہم پر فضل و زیادتی کے طلبگار ہیں ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں۔ مگر وہ ابتداء یہ ہوئی کہ خون عثمان میں اختلاف پیدا ہو گیا حالانکہ ہم اس سے بری تھے“ (نیرنگ نصاحت ترجمہ ابلاغت ص ۴۶۷)

☆ ”ہم نے ان کو کفر کی وجہ سے نہیں مارا اور نہ ہی انہوں نے ہمیں کفر کی وجہ سے مارا بات یہ تھی کہ ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اور وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے“ (ترب الاسناد جلد ۱ ص ۴۵)

حضرت امام باقرؑ کا فیصلہ

امام برحق حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

☆ ”حضرت علیؑ جنگ جمل میں شریک کسی کو بھی مشرک اور منافق نہ سمجھتے تھے بلکہ آپ فرماتے تھے کہ ہمارے بھائیوں نے ہی ہمارے خلاف بغاوت کر دی“ (ترب الاسناد جلد ۱ ص ۴۵)

نوٹ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے لشکروں کے تمام مسلمان مغفرت و رحمت سے ہمکنار ہوئے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خالد بن داہم

نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ ان دونوں لشکروں کو ایک ہی جگہ اکٹھا کرے گا؟ عائشہ فرمود کہ رحمت باری سبحانہ و تعالیٰ از ہر چہ دریاں آید وسیع تر است پیکس را در افعال او مجال چون و چرا نیست حضرت عائشہ نے فرمایا کہ رحمت باری ہر چیز سے وسیع ہے اور کسی کو اس کے کاموں میں چون و چرا کی مجال نہیں“ (روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۴۸۹) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی کی زبان سے بھی شامیوں کے بارے میں بدگوئی پسند نہیں فرماتے تھے اور آپ انکے حق میں دعا خیر کی تلقین کرتے تھے۔

”اے اللہ ہمارے اور ان کے خون محفوظ فرما اور ہم میں صلح پیدا فرما اور انہیں راہ خطا سے نجات عطا فرما حتیٰ کہ انجام حق سے آشنا ہو جائیں اور جھگڑنے والے جھگڑے سے باز آجائیں“ (الاخبار الطوال ص ۱۶۵)

حضرت امام حسن کا فیصلہ

امام برحق سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت و موافقت پیدا کر لی اور مسلمانوں کے دو گروہوں کو باہمی افتراق سے بچالیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے ثابت ہے ”إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ لِنَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَظُمَتَيْنِ“ یعنی یہ میرا بیٹا سردار ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا“ (کشف الغمہ جلد ۱ ص ۵۴۶) حضرت امام سے آپ کے قریبیوں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

☆ ”تمہاری بربادی ہو تم جانتے نہیں میں نے جو کچھ کیا ہے اللہ کی قسم دنیا و مافیہا سے میرے شیعوں کیلئے بہتر ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہارا امام ہوں اور تم پر میری اطاعت فرض ہے۔ اور میں جنت کے سرداروں میں سے ایک ہوں جو کہ نص رسول سے ثابت ہے“ (احتجاج طبری جلد ۱ ص ۹۰ جلا المؤمنین جلد ۱ ص ۳۰۳)

☆ ”امیر معاویہ قوت میں مجھ سے زیادہ نہیں تھے لیکن جو مجھے نظر آ رہا ہے تم اسے نہیں دیکھ سکتے اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ تمہارے خون کی حفاظت کے سوا میرا کوئی ارادہ نہیں اور تمہارے معاملات کی اصلاح ہی میرے سامنے ہے تم اللہ کی تقدیر پر راضی رہو اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردو اور آپ گھروں میں آرام سے بیٹھ جاؤ“ (مثل ابی جحش ص ۳)

حضرت امام حسین کا فیصلہ

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اس معاملے میں اپنے برادر اکبر سے پوری طرح متفق تھے الاخبار الطوال کی روایت ہے۔

☆ ”حجر بن عدی امام حسن کو ملامت کرنے کے بعد باہر نکلا اور عبیدہ بن عمرو کے ساتھ حضرت امام حسین کے پاس آیا دونوں نے کہا اے ابو عبد اللہ! عزت دے کر آپ لوگوں نے ذلت خرید لی تھوڑا لیکر بہت زیادہ چھوڑ دیا آج ہماری بات مان لیں پھر بیشک ساری عمر کوئی بات نہ ماننا آپ امام حسن کو چھوڑ دیں اور ان کے درمیان طے پانے والی صلح توڑ دیں کوفہ اپنے شیعوں کو جمع کریں اور اس معاملہ کا مجھے اور میرے ساتھی کو ولی مقرر

زبان میری ہے بات ان کی

لریں ہند کے بیٹے (امیر معاویہ) کو اس کا اس وقت علم ہوگا جب ہم اس کے دروازے اپنی تلواروں سے کھٹکھٹا رہے ہوں گے“ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِنَّا قَدْ بَايَعْنَا وَعَاهَدْنَا وَلَا سَبِيلَ اِلَى نَقْضِ بَيْعَتِنَا بِشَيْءٍ اَمْ بَيْعَتُكُمْ كَرَّحَكُمْ هِيَ اَوْ بَيْعَتُنَا وَعَدَةُ كَرَّحَكُمْ هِيَ لِهَذَا بَيْعَتُكَ تَوْرُثُكَ اَمْ سَوَالُ هِيَ اَمْ اَنْتُمْ هُوَا“ (الاخبار الطوال ص ۳۲۰)

باہمی تعلقات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے اہل بیت کے ساتھ نہایت گہرے تعلقات تھے۔ وہ تعلقات ہم اہل تشیع کی کتابوں کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

☆ ”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمایا اور انہیں ام المؤمنین ہونے کا شرف بخشا یہ نکاح ۱۷ھ میں ہوا“ (تاریخ ائمہ ص ۱۵۰)

☆ ”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہم زلف تھے کیونکہ حضور ﷺ کی زوجہ ام المؤمنین ام سلمہ کی بہن قرینہ صغریٰ کیساتھ امیر معاویہ نے نکاح فرمایا“ (کتاب المحرم ص ۱۰۲)

☆ ”حضرت امیر معاویہ کی حقیقی بہن میمونہ بنت ابوسفیان کی بیٹی لیلیٰ بنت مرہ سے حضرت امام حسین نے نکاح فرمایا یہی لیلیٰ حضرت علی اکبر کی والدہ تھیں“ (مقاتل الطالبین ص ۸۰)

☆ ”حضرت امیر معاویہ کے بھتیجے ابو القاسم نے حضرت جعفر طیار کی

زبان میری ہے بات ان کی

پوتی رملہ بنت محمد سے شادی کی“ (ایضاً ص ۲۴۹)

الغرض اہل بیت کے ساتھ امیر معاویہؓ کے جہت سے تعلقات ہیں جن کی کسی صورت میں بھی توڑا نہیں جاسکتا آپ حضور ﷺ کے سسرالی رشتے دار ہیں۔ اور حدیث پاک ہے ”میرے نسب اور سسرالی نسبت کے سوا سب کے نسب اور سسرالی نسبت منقطع ہو جائے گی“ (الامالی طوسی جلد ۱ ص ۳۵۰)

اس حقیقت کے ہوتے ہوئے ہمیں ان لوگوں کے بارے میں زبان طعن دراز نہیں کرنی چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کے تمام مسلمان رشتہ داروں کا ادب و احترام کرنا چاہیے۔



زبان میری ہے بات ان کی

باب شانز دہم

ماتم کی ممانعت

زبان میری ہے بات ان کی

ماتم کی ممانعت

اس باب میں بھی ہمارا روئے سخن شیعہ حضرات کی طرف ہے، ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک مروجہ ماتم کے جملہ طریقے ممنوع ہیں، ہمارے اس موقف کی تائید شیعہ حضرات کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔

شیخ صدوق قمی کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے مستند محدث شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی نے حضور ﷺ کا فرمان نقل کیا کہ ”میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنو“! پھر دشمنوں کے لباس کی وضاحت کی کہ ”لِبَاسُ الْأَعْدَاءِ أَسْوَدُ دُشْمَنُونَ کا لباس سیاہ ہوتا ہے“ (میراخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲)

☆ ”امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ سیاہ لباس فرعون کا لباس ہے“ (من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۱۶۳)

☆ ”رسول اللہ ﷺ نے مصیبت کے وقت اونچی آواز سے چلائے نوحہ کرنے اور نوحہ سننے سے منع فرمایا ہے“ (ایضاً جلد ۲ ص ۳)

علامہ محمد بن یعقوب کلینی کا فیصلہ

شیعی محدث علامہ محمد بن یعقوب کلینی نے بسند معتبر تحریر کیا ہے کہ

مہر ت امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”کہ سیاہ لباس دوزخیوں کا لباس ہے“ (کافی جلد ۶ ص ۴۴۹)

علامہ باقر مجلسی کا فیصلہ

شیعہ مذہب کے اہم ستون علامہ باقر مجلسی کا فرمان ہے۔

☆ ”شیعہ حضرات میں سیاہ لباس زیب تن کرنا شدید ناپسندیدہ ہے مگر عمامہ، مہا اور موزوں میں اور عمامہ اور عبا کا بھی سیاہ نہ ہونا ہی بہتر ہے“ (حلیۃ المتقین ص ۷)

☆ ”رسول اللہ ﷺ نے اونچی آواز میں گریہ کرنے اور مصیبت میں رونا کرنے سے منع فرمایا ہے“ (ایضاً ص ۳۰۴)

☆ ”رسول اللہ ﷺ نے مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے سے روکا ہے“ (ایضاً ص ۳۰۵)

☆ ”مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنا، بال نوچنا، جائز نہیں ہے احتیاط یہی ہے کہ چہرے، گھٹنے اور بدن کے دیگر حصوں پر طمانچہ نہ مارے جو عورت سر کے بال اکھاڑے یا چہرہ چھیلے کہ خون پھوٹ پڑے یا کوئی مرد اپنے بیٹے یا بیوی کی موت پر کپڑے چاک کرے اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے“ (زاد المعاد ص ۳۹۵)

علامہ اکبر غفاری کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے محقق جناب علی اکبر غفاری صاحب کا فتویٰ ہے۔

☆ ”مصیبت کے وقت چہرہ یا سینہ پیٹنا، زخم لگانا، اور بال کا ثنا تمام امت کے اجماع سے حرام ہے“ (حاشیہ فروع کافی جلد ۳ ص ۲۲۵)

علامہ شفیق بن صالح کا فیصلہ

شیعہ حضرات کے محقق علامہ شفیق بن صالح نے لکھا ہے۔

☆ ”شیطان کو بہشت سے نکالا گیا تو اس نے نوحہ کیا“ (مجمع العارف ص ۱۰۱)

متفقہ شخصیات کے فیصلے

اب ذیل میں ماتم کے بارے میں متفقہ شخصیات کے روشن فیصلے امر کئے جاتے ہیں جن کی محبت و مودت سب کا سرمایہ نجات ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ کا فیصلہ

ام الامہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے۔

☆ ”خدا کی قسم اگر یہ گناہ نہ ہوتا تو میں اپنے سر کے بال کھول کر چلاں اور رب کی بارگاہ میں فریاد کرتی“ (کافی کتاب الروضہ ص ۲۳۸)

حضرت علی المرتضیٰ کا فیصلہ

مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

☆ ”صبر مصیبت کے مطابق نازل ہوتا ہے جس نے مصیبت کے وقت اپنے دو زانوؤں پر ہاتھ مارا تو اس کا ثواب اور عمل برباد ہو گئے“ (شرح ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۸۸)

☆ ”اگر حضور نے ہمیں روکا نہ ہوتا تو ہم حضور ﷺ کے وصال پر حزنہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماتم کرتے اور آنکھوں اور دماغ کا پانی ختم کر دیتے“ (شرح ابن تیم جلد ۴ ص ۴۰۹)

زبان میری ہے بات ان کی

حضرت امام حسین کا فیصلہ

شہید کر بلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

☆ ”زینب! میں تجھے قسم دیتا ہوں تو میری قسم پوری کرنا جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو مجھ پر گریبان چاک نہ کرنا چہرہ نہ نوچنا واویلا نہ کرنا اور

ہائے ہلاکت کے الفاظ ادا نہ کرنا“ (جلا العیون ص ۳۸، اخبار ماتم ص ۳۹۹)

حضرت سیدہ زینب کا فیصلہ

اہل کوفہ کا روان اہل بیت کی بے سروسامانی دیکھ زور زور سے رونے اور ماتم کرنے لگے تو حضرت سیدہ زینب نے فرمایا۔

☆ ”حمد و صلوة کے بعد اے بے وفا اور دغا باز کو فیو! اب تم روتے اور

ماتم کرتے ہو خدا تمہیں ہمیشہ رلائے اور تمہارا رونا اور ماتم کرنا کبھی موقوف نہ

ہو تم بہت زیادہ روتے رہو اور بہت تھوڑا ہنسؤ تمہاری مثال اس عورت کی

سی ہے جو کاتے ہوئے تاگے کو مضبوط ہو جانے کے بعد جھٹکے دے کر توڑ

ڈالے تم نے اپنے ایمان کو دھوکے اور فریب کا ذریعہ بنایا ہوا ہے تمہاری

مثال اس سبزے کی سی ہے جو نجاست کی ڈھیری پر لگا ہوا ہو تم میں بجز خود

ستائی، شیخی، عیب جوئی، تہمت سرائی اور لونڈیوں کی طرح خوشامد اور چالپوسی

کے کچھ نہیں بلاشبہ تم بہت برے کام کے مرتکب ہوئے ہم نے ہمیشہ کیلئے

ذلت حاصل کی اور عیب کمایا اور جہنم کے سزاوار ہوئے۔ خدا تعالیٰ تم پر غضب

نازل فرمائے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں داخل فرمائے“ (جلا العیون جلد ۲ ص ۲۲۳)

نوٹ: انہی احساسات کا اظہار حضرت سیدہ ام کلثوم اور زین العابدین رضی

زبان میری ہے بات ان کی

اللہ عنہ نے فرمایا۔ سیدہ ام کلثوم کے یہ شعر دیکھئے۔

الا فابشروا بالنار انکم غدا لفی سقر حقا یقیناً تخلدوا
قلتم اخی صبرا فویل لامکم ستجزون ناراً حرها یتوقدوا
سفکم دماء حرم اللہ سفکها وحرما القرآن ثمّ محمد
یعنی تمہیں جہنم کی بشارت ہو تم نے ہمارے بھائی کو شہید کر دیا تم
تمہاری مائیں روتی رہیں تم نے وہ خون بہایا جو اللہ قرآن اور محمد مصطفیٰ ﷺ
نے تم پر حرام کر دیا تھا“ (مقتل ابن عباس ۸۳)

حضرت امام محمد باقر کا فیصلہ

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

☆ ”یشک حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ کو فرمایا تھا کہ میرے وصال پر
چہرہ زخمی نہ کرنا، بال نہ کھولنا، ہائے ہلاکت نہ کہنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا“
(کافی جلد ۵ ص ۵۲۷)

حضرت امام صادق کا فیصلہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

☆ ”ہرگز تم میں سے کوئی شخص میری وفات پر رخسار پر طمانچہ نہ
مارے اور ہرگز مجھ پر گریباں چاک نہ کرے“ (عائم الاسلام ص ۱۳۰ از شیخ صدوق قمی)
☆ ”صبر اور مصیبت دونوں مومن کی طرف آتے ہیں تو مومن مصیبت
کے وقت صبر کرتا ہے اور بے صبری اور مصیبت کافر کی طرف آتے ہیں تو کافر
بے صبر کرتا ہے“ (کافی جلد ۳ ص ۲۲۵)

☆ ”جب صبر چلا جاتا ہے تو ایمان بھی چلا جاتا ہے“ (کافی جلد ۵ ص ۸۷)

زبان میری ہے بات ان کی

باب ہفتم

وحدۃ الوجود

زبان میری ہے بات ان کی

وحدة الوجود

غیر مقلدین حضرات نے اپنے شیخ ابن تیمیہ کے نقش قدم پر چل کر صوفیہ کرام کے متصوفانہ نظریات پر بڑے بڑے شدید فتوے لگائے ان کے جدید ایڈیشن دعوت و ارشاد والے تو اخلاقیات کی تمام سرحدیں عبور کرتے ہوئے ان نظریات کو ہندو جویوں اور پروتھوں سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ ہم اس ضمن میں انکے ممدوح ان کے مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ایک فتویٰ پیش کرتے ہیں۔ جس میں انہوں مسئلہ وحدۃ الوجود کی تشریح بیان کرتے ہوئے اس کو تسلیم بھی کیا ہے۔ اور اپنے دوست مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی کے ایک قول ”وحدة الوجود کے بغیر چارہ نہیں“ کی حمایت بھی کی ہے۔ پوری تشریح و تعبیر پیش خدمت ہے۔ اب نجانے مولانا امرتسری کے بارے میں ان کا کیا رویہ سامنے آتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فیصلہ

☆ ”وحدة الوجود کی دو تشریحیں ہیں۔ ان دونوں میں وجود کے معنی قابل غور ہیں۔ وجود کے اصلی معنی ہیں مابہ الموجودیہ یعنی جس کی وجہ سے کوئی چیز موجود ہو جائے اس کی پہلی تشریح یہ ہے کہ جتنی اشیاء نظر آتی ہیں ان سب کا وجود یعنی مابہ الموجودیہ صرف ایک ہی چیز ہے۔ شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی

زبان میری ہے بات ان کی

قدس اللہ سرہ نے اس کے متعلق ایک پر معنی رباعی لکھی ہے۔

لا آدم فی الوجود ولا ابلیس لا ملک سلیمان ولا بلقیس

ولکل عبارة وانت المعنی یامن هو للقلوب مقناطیس

شیخ ممدوح فرماتے ہیں کہ دنیا میں کسی چیز کی مستقل ہستی نہیں ہے یہ

سب تیری قدرت کے نشان ہیں اور تیری طرف توجہ دلانے والے ہیں یہی

مضمون ایک اردو شاعر نے یوں ادا کیا ہے۔

نظر آتا ہے جو کچھ نور وحدت کی تجلی ہے

یہ نقش اہل بصیرت کے لئے وجہ تسلی ہے

اس تشریح کے مطابق وحدۃ الوجود کی مثال یہ ہے کہ کسی مکان کی کٹھیر یوں

میں مختلف رنگ کے شیشے لگا دیئے جائیں کوئی سفید کوئی سرخ کوئی سبز کوئی

سیاہ ان کے پیچھے ایک لپ رکھ دیا جائے۔ تو باہر سے دیکھنے والا ان شیشوں کو

مختلف رنگوں میں دیکھے گا مگر باریک نظر والا لپ کی وحدت کو ملحوظ رکھے گا

قرآن مجید بھی اس تشریح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اللہ نور

السموات والارض اس تشریح کے مطابق وحدۃ الوجود کے معنی وحدۃ الموجد

کے ہوں گے۔ جو بالکل ٹھیک ہے مولانا سیالکوٹی (میر ابراہیم سیالکوٹی) کا

مطلب بھی غالباً یہی ہوگا وحدۃ الوجود کی دوسری تشریح کے وحدۃ الموجودات

لئے جاتے ہیں چنانچہ صوفیانہ رباعی اس تشریح کی یوں مظہر ہے۔

در دلک گدا و دراطلس شاہ ہمہ اوست در منزل جاناں چو تو از خویش گذشتی

در انجمن فرق نہاں خانہ جمع باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

اس عقیدے کے صوفیاء کے نزدیک انجمن فرق سے مراد یہ دنیاوی امتیازات

زبان میری ہے بات ان کی

ہیں نہاں خانہ سے مراد وہ وحدتِ محبت ہے جو ان امتیازات سے پہلے تھی شاعر کہتا ہے اس انجمنِ دنیا میں بھی اور نہاں خانہ میں بھی وہی ایک ہے دوسرا کوئی نہیں۔ غالب مرحوم کو اس فن کے آدمی نہ تھے مگر پھر بھی کچھ کہہ گئے ہیں فرماتے ہیں۔

جب کہ تجھ بن یہاں نہیں کوئی
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
سکھوں کے گرد ناک جی کا بھی یہی عقیدہ تھا جو کہہ گئے ہیں۔

آپے ٹھاکر آپے سیوک ناک جنت بیچارہ

یہ تشریح ایسی ہے کہ اس کو کوئی اہل شرع نہیں مان سکتا بد قسمتی سے یہی تشریح مشہور بھی ہو گئی ہے (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۳۹)

☆ ”ان بزرگانِ دین کی خدمتِ اسلام سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا“ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان بزرگوں کے حالات جو صحیح طور پر ہمیں پہنچے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے اپنے مسلک کے مطابق متبع سنت تھے“ (ایضاً ص ۱۵۱)

متفقہ شخصیات کے فیصلے

متفقہ شخصیات میں کس کس کا ذکر کیا جائے۔ غیر مقلدین کے جملہ مہدوچین بھی اس مسئلے کی حقانیت کو بہر حال تسلیم کرتے ہیں خاندانِ ولی للہی نے بھی نظریاتِ صوفیہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے بلکہ خود بھی منازلِ سلوک پوری طرح طے کی ہیں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے خود وحدۃ

الوجود کو عرفان کی منزل قرار دیا ہے اور اس سے اگلی منزل وحدۃ الشہود کو قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ امتِ محمدیہ کے مقبول ترین افراد میں شامل ہوتے ہیں اور وہ ان بزرگوں کے نظریات کے ممنون نظر آتے ہیں کفر کا فتویٰ لگاتے وقت ان تمام لوگوں کی عزت و حرمت کا خیال ہونا چاہیے کہ یہ ہمارے ستون ہیں۔ اور ہم سے زیادہ دین کے اصول کو چاہتے ہیں نیز اخلاص کے بھی اعلیٰ مقامات پر فائز ہیں۔

خدا را ذرا غور کیجئے

صوفیہ کا نظریہ وحدۃ الوجود ہوا نظریہ وحدۃ الشہود یہ خالصتاً مشاہداتی کیفیات پر مشتمل ہے۔ جس کو کوئی کم نظر انسان نہیں سمجھ سکتا۔ لہذا کم نظر انسان کو خواہ وہ ان نازک مسئلوں میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے چہ جائیکہ صوفیہ پر کفر و شرک کے فتوے لگائے جائیں۔ اور اپنی کم نظری کا قصور وار بھی نہیں کوٹھرایا جائے مولانا امرتسری نے صحیح فرمایا ہے کہ ان لوگوں کے حالات و اوصاف بالکل شریعت و سنت کے مطابق ہوتے تھے وہ غیر شرعی بات کیسے کر سکتے ہیں ان کے عظیم ہونے کی تو یہی دلیل کافی ہے کہ ایک زمانے نے ان کی صورت و سیرت دیکھ کر ایمان قبول کیا ہے ان کے پاس بیٹھنے والا توحید و رسالت کی تعلیمات سے مالا مال ہو جاتا ہے اس کو تزکیہ نفس کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ جبکہ معترفین اپنی تمام تر توحید پرستی کے باوجود اس دولت سے تہی دامن نظر آتے ہیں توحید کے بنیادی تقاضوں سے نا آشنا دکھائی دیتے ہیں۔ دل سوز سے خالی ہیں آنکھیں گداز سے عاری ہیں دماغ

رحم سے بیگانہ ہیں، خود پرستی اور خود نمائی کی تصویر ہیں۔ اور اعتراض ہے ان لوگوں پر جس کے کردار پر ساری دنیا گواہ ہے۔ ہماری بات قابل قبول نہیں تو مولانا شاء اللہ امرتسری کی بات ہی قبول فرما لیجئے، وہ تو آپ کے اپنے ہیں۔

ناطقہ سر بگمیاں ہے

ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جن لوگوں کو وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے نظریات کفر و شرک کا شاخسانہ نظر آتے ہیں، ان کا اپنا یہ حال ہے کہ وہ ابن تیمیہ سے لیکر آج تک سب کے سب تجسیم و تشبیہ کے قائل ہیں، ان کے نزدیک وہ خدائے واحد جہت فوق میں مقید ہے۔ کرسی پر تشریف فرما ہے، کرسی اس کے وزن سے چڑھاتی ہے۔ وہ عرش عظیم پر صعود و نزول کا مظاہرہ کرتا ہے، جیسے خطیب منبر پر چڑھتا اترتا ہے، ان لوگوں کے نزدیک خدائے محیط کو ہر جگہ موجود ماننا گمراہوں کا عقیدہ ہے، سمجھ نہیں آتی جو خدائے تعالیٰ کے بارے میں اس قدر فراخ دل ہیں کہ اسے اپنی طرح محدود و متعین تصور کرتے ہیں، وہ ان صوفیہ پر کیسے اعتراض کرتے ہیں۔ جن کا متفقہ عقیدہ ہے کہ وہ ذات لامحدود ہے، ہر جگہ موجود ہے، وہ عرش و کرسی میں مقید نہیں، ان کو محیط ہے۔ وہ جسم سے پاک ہے، مادے سے ماورا ہے۔ وہ تو لطیف ہے، بے مثل ہے۔ اسکی حقیقت کو کوئی نہیں پاسکتا۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا معنی یہ نہیں جو عقل نارسا میں آتا ہے، یہ تو عقل سلیم اور عشق جلیل کے مرحلے میں جنہیں طے کرنے کیلئے کسی درویش خدا مست کا غلام زار ہونا ضروری ہے۔

ہر بھکاری کو نہیں ملتا مقام خواجگی

ہر کس و ناکس کو تیرا غم عطا ہوتا نہیں

زبان میری ہے بات ان کی

باب ہتر دہم

حُجّت تمام ہوتی ہے

زبان میری ہے بات ان کی

حجت تمام ہوتی ہے

اس مضمون میں ہم علماء غیر مقلدین اور زعماد یو بند کا مقام غیر مقلدین اور دیوبندی حضرات کی معتبر و مستند کتابوں اور رسالوں کی روشنی میں بیان کرتے ہیں تاکہ کسی کو ان سے اختلاف کا موقع نہ ملے۔ اور وہ ماننے پر مجبور ہو جائے یا کم از کم یہ محسوس کرے کہ جس مسلک مہذب کی تائید ہمارے شیخ القرآن شیخ الحدیث اور مجدد الاسلام پوری وضاحت و صراحت کے ساتھ فرما چکے ہیں اس کی حقانیت میں کیا شک ہو سکتا ہے

ابن حزم ظاہری کا مقام

ابو زہرہ نے علامہ ابن حزم کے بارے میں ”نافع روزگار“ کا لفظ لکھا ہے ”(حیات ابن حزم ص ۳۱۳) نیز وحید الزماں نے انہیں اپنے مشائخ میں شمار کیا ہے۔ (بدیۃ المحدث ص ۱۹)

علامہ ابن تیمیہ کا مقام

علامہ ابن تیمیہ غیر مقلد اور دیوبندی حضرات کے مدوح و محبوب محقق اور محدث ہیں۔ تاریخ دعوت و عزیمت ص ۱۱ میں لکھا ہے۔
”آٹھویں صدی کیلئے ایک ایسے ہی مرد کامل کی ضرورت تھی جو زندگی

زبان میری ہے بات ان کی

کے تمام میدانوں کا مجاہد ہو اور جس کی جدوجہد اور اصلاحات کسی ایک شعبہ میں محدود نہ ہوں، شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کی ذات تھی جس نے عالم اسلام میں ایک ایسی علمی و عملی حرکت اور زندگی پیدا کر دی جسکے اثرات گزر جانے کے بعد بھی قائم ہیں“

علامہ ابن قیم کا مقام

احمد عبدالغفور عطار صاحب لکھتے ہیں ”وہابی ابن تیمیہ ابن القیم الجوزیہ اور ان کے متبعین کے مسلک پر چلتے ہیں تو اس میں راہ صواب سے کچھ بعد نہیں، بلکہ اصح یہی ہے کہ وہابی انہی ائمہ کے متبعین میں سے ہیں۔ اور شیخ الاسلام نے بھی انہی کے طریق کی پیروی کی ہے۔ (محمد بن عبد الوہاب ص ۱۷۴)
نواب صدیق حسن بھوپالی علامہ ابن قیم کو مشکلات میں پکارا کرتے تھے۔

ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے

نواب صدیق حسن کا مقام

غیر مقلدین کے سرخیل نواب صدیق حسن بھوپالی کے بارے میں ایک غیر مقلد مولوی اسماعیل گوجرانوالوی رقم طراز ہیں۔

”وقت نظر وسعت مطالعہ زہد وتقویٰ کے لحاظ سے ان کا مقام یقیناً بہت اونچا ہے اور فہم قرآن میں ان کا ذہن بے حد صاف ہے، بہت سے اکابر قدما سے بھی انکی رائے صائب معلوم ہوتی ہے“ (حیات النبی ص ۳۶)
غیر مقلدین کے مناظر مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں۔

زبان میری ہے بات ان کی

”نواب صدیق حسن بھوپالی پکے اہل حدیث تھے“ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۳۸۳)
غیر مقلد مولوی اشرف علی سندھو نے لکھا ہے۔

”الہمدیث مسلک کے علمبردار ہیں، وسیع النظر محقق ہیں“ (تاریخ الفقہ ص ۱۳۹)
غیر مقلدین کے نمائندہ رسالہ الاعتصام کی گوہر نشانی ملاحظہ کیجئے۔

”نواب صدیق حسن خاں آسمان ملت پر دین ہدی کے وہ درخشندہ ستارے تھے جنہوں نے اپنی ضوفشانیوں سے فسق و فجور کے گھنے اندھیرے میں انوار رحمت کا وہ اجالا کیا کہ اس سے ہزاروں نہیں لاکھوں بندگان الہی نے راہ مستقیم پائی“ (الاعتصام ص ۷۹ مارچ ۱۹۵۶ء)

نوٹ:- غیر مقلدین کا اپنے ”درخشندہ ستارے“ کی ان تحریروں کے بارے میں کیا خیال ہے جو اہل سنت و جماعت کی حمایت کر رہی ہیں، نیز یہ سوچنے کی بات ہے کہ حضور پر نور ﷺ کی نورانیت کا انکار کرنے والے کس طرح اپنے رہنما کی ضوفشانیوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا مقام

غیر مقلدین کے امام مولوی میر ابراہیم سیالکوٹی، مناظر اہل حدیث مولوی ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں کہا کرتے تھے

”ثناء اللہ کو رب ذوالجلال نے علم لدنی سے نوازا ہے“ (نقش ابوالوفاء ص ۲)

نیز وہ مولوی ثناء اللہ کو ”ہمارا سردار“ بھی کہتے تھے (سراج منیر ص ۹۲)

غیر مقلدین کے نہایت مقبول لیڈر احسان الہی ظہیر نے لکھا ہے۔

”بلاشبہ برصغیر ہندوپاک میں اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے

دکیل اور سب سے بڑے محافظ اور مدافع تھے“ (ایضاً ص ۱)
مولوی داود راز نے ان کی خدمت میں خراج ارادت پیش کیا ہے۔

دین پر ورے ثناء اللہ اے عالی مقام
اے فقیہ وقت اے گنجینہ علم و عمل

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۷۲)

سیرت ثنائی ص ۳۱۳ میں تو یہاں تک لکھا ہے۔

اے محدث اے مناظر اے صحابہ کے مثیل

نوٹ:- کیا فرماتے ہیں غیر مقلدین بیچ اس مسئلہ کے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کو سب سے بڑا دکیل، سب سے بڑا محافظ اور مدافع، کہنے سے احسان الہی ظہیر مشرک ہوئے یا نہیں، نیز ان کو صیغہ خطاب سے پکارنا توحید کے منافی ہے یا نہیں، اگر انبیاء اولیاء کو پکارنا حرام ہے، شرک ہے اور ان کا سننا خلاف توحید ہے تو یہ عقیدہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے بارے میں کیسے درست ہو سکتا ہے۔ سب سے بڑا دکیل اور سب سے بڑا محافظ تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔
ہے کوئی جو احسان الہی ظہیر کو مشرک کہے؟

حافظ محمد لکھوی کا مقام

غیر مقلدین کے مشہور مفسر حافظ محمد لکھوی کے بارے میں ”الاعتصام“ کے القاب ملاحظہ فرمائیے۔

”عاجیہ مقبول بارگاہ مجددالہی حافظ الحدیث والکتاب، معلی القاب، عابد وزاہد و عارف باللہ، آیت من آیات اللہ حافظ محمد بن حافظ بارک اللہ بانی

دوسوں جامعہ محمدیہ“ (الاعتصام ص ۱۸۶ اکتوبر ۱۹۵۴ء)

مولوی امرتسری نے لکھا ہے کہ

”انہوں نے اہل پنجاب کیلئے تجدید دین الہی کا پورا حق ادا کیا بدعت و شرک کے قلع قمع پر ہمیشہ سرگرم رہتے تھے“ (الحدیث امرتسر ص ۱۸۸ مارچ ۱۹۴۱ء)

قاضی سلیمان منصور پوری کا مقام

قاضی سلیمان منصور پوری کو تمام غیر مقلدین بہت چاہتے ہیں۔ مولوی عبد المجید سوہدروی اور میر سیالکوٹی نے ”کرامات اہل حدیث“ میں ان کی بہت سی کرامات درج کی ہیں۔ مولوی داود غزنوی صاحب نے لکھا ہے۔

”قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے علم و تحقیق کی بلند یوں کو کوئی نہیں چھو سکا“ (الاعتصام ص ۳ یکم جولائی ۱۹۶۰ء)

میر ابراہیم سیالکوٹی کا مقام

غیر مقلدین اہل حدیث کے مرکزی لیڈر جناب ساجد میر کے دادا حضور میر ابراہیم سیالکوٹی کو اہل حدیث میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

الاعتصام میں لکھا گیا ہے۔

”ابراہیم میر کوہ علم و عمل اور پیکر علم و عمل اور پیکر فن و تحقیق تھے جامع منقول و منقول اور منبع علم و فضیلت ہونے کے ساتھ نہایت ذہین اور طباطبائی تھے“ (ص ۲۰۳ جنوری ۱۹۵۶ء)

”مولانا سیالکوٹی نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک جو اہم اور ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں وہ عالم آشکارا ہیں“ (ایضاً ص ۳ فروری ۱۹۵۶ء)

زبان میری ہے بات ان کی

مولوی قاسم نانوتوی کا مقام

تمام علماء دیوبند بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کو ”قاسم العلوم والخیرات“ کہتے اور لکھتے ہیں۔ اور ان کی کتابوں کو اپنے مسلک کی بنیاد سمجھتے ہیں یہ بات کسی حوالے کی محتاج نہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا مقام

دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب نے مولوی اشرف علی تھانوی کے بارے میں لکھا ہے

”سراپا فضل و کمال معدن حسنات و خیرات“ (حیات اشرف ص ۵۵)

دیوبندی حضرات انہیں ”وسیلتنا فی الدارین“ کہتے ہیں (فتاویٰ اشرفیہ جلد ۱) نیز انکے بارے میں لکھا ہے کہ انکے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے (تذکرۃ الرشید جلد ۱ ص ۱۱۳)

حضور ﷺ ہمارے مولانا اشرف تھانوی کی شکل میں ہیں“ (اصدق الروایہ ص ۲۵)

میاں نذیر حسین دہلوی کا مقام

کتاب معیار الحق ص ۲۵۴ میں غیر مقلدین کے شیخ الکل کی شان میں یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں جن سے ان کا مقام معلوم ہوتا ہے۔

وہ کون سیدنا مولوی نذیر حسین

کہ جس کے فیض سے مستفیض اہل زمیں

زبان میری ہے بات ان کی

عجیب ذات ہے کیا مجمع علوم و فنون
کہ جس کا آج نہیں ہند میں نظیر و قرین

مولوی رشید احمد گنگوہی کا مقام

علماء دیوبند مولوی رشید گنگوہی کو قطب الارشاد سمجھتے ہیں اور ان کی شان
میں گنگناتے ہیں۔

کیا وصف کروں اس کا ممتاز

انساں کی شکل میں فرشتہ دیکھا

گنگوہی صاحب خود اپنے بارے میں اعلان فرماتے ہیں۔

”سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بہ قسم کہتا
ہوں کہ میں کچھ نہیں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے
اتباع پر“ (تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۱۷)

نوٹ:- یہ الفاظ بغور پڑھیے اور فیصلے کیجئے کہ مولوی گنگوہی صاحب درپردہ
کونسا دعویٰ فرما رہے ہیں۔ کیونکہ نجات و ہدایت تو انبیاء کرام کی اتباع پر
موقوف ہے کسی بڑے سے بڑے امام اور ولی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا حضور
ﷺ کی نعت کو نظم کہنے والے دیکھئے گنگوہی صاحب کی نعت کس طرح پڑھتے
ہیں مولوی خلیل احمد رطب اللسان ہیں۔

گر گویم تا قیامت نعت او

ہج آں را مقطع وغایت مجو

(تذکرۃ الخلیل ص ۵۹)

زبان میری ہے بات ان کی

نیز کہتے ہیں کہ ”میں تو اس دربار (رشیدی) کے کتوں کے برابر بھی
نہیں“ (ایضاً ص ۶۰)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا مقام

علماء دیوبند کا مولوی خلیل احمد صاحب کے بارے میں یہ عقیدہ ہے۔
”مولوی خلیل احمد مستجاب الدعوات ہیں اور ان کی کوئی دعا رد نہیں
ہوتی“ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۵۵)

”حضرت کے کمالات بیان کرنا میری طاقت سے باہر ہے انکا ادراک
مجھ جیسے ناکارہ کی تو کیا حقیقت ہے بڑوں کو بھی مشکل تھا“ (ایضاً ص ۳۵۸)

مولوی انور شاہ کشمیری کا مقام

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں ”انور شاہ کشمیری بہت بڑے
بتحر عالم تھے۔ یہاں تک کہ ہے تو گستاخی لیکن سچی بات کیوں چھپاؤں میرا
خیال ہے کہ وہ اپنے اکثر اساتذہ سے بھی علوم میں بڑھ گئے تھے“ (اناضات
یومیہ جلد ۷ ص ۱۱۱)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا مقام

دیوبندی حضرات اپنے مرشد گرامی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ
الرحمۃ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”حضرت والا کے متوسلین کے حسن خاتمہ کے بکثرت واقعات ہیں جن
سے مقبولیت و برکات کا سلسلہ ظاہر ہوتا ہے چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے

زبان میری ہے بات ان کی

ہیں کہ حضرت حاجی کے سلسلہ کی یہ برکت ہے کہ جو بلا واسطہ یا بالواسطہ حضرت سے بیعت ہوا اس کا بفضلہ تعالیٰ خاتمہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض متوسلین گومرید ہونے کے بعد دنیا دار ہی رہے مگر ان کا خاتمہ بھی بفضلہ تعالیٰ اولیاء اللہ کا سا ہوا“ (اشرف السوانح جلد ۲ ص ۸۶)

نوٹ:- یہی بات اگر کوئی سنی اپنے مشائخ کرام کے بارے میں کہے تو یہ لوگ بھڑک اٹھتے ہیں کہ دیکھو بے عملی کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ نہ نماز نہ روزہ بھلا نسبت سے کیا بنے گا ایک مرتبہ بہشتی دروازے سے گزر جانے سے آدمی کیسے جنتی ہو گیا وغیرہ ہم ان لوگوں کو مذکورہ بالا عبارت پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ایک دنیا دار کا خاتمہ کیسے اولیاء اللہ جیسا ہو سکتا ہے صرف یہ صاحب کی بیعت کی برکت ہے۔

”مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب فن تصوف کے امام مجدد مجتہد اور محقق تھے (افاضات یومیہ جلد ۵ ص ۲۰ ص ۴۱) نیز وہ ان کیلئے ”شیخ العرب والعجم“ کا لقب بھی استعمال کرتے ہیں (ارواح ثلاثہ ص ۲۰۸) مولوی خلیل احمد صاحب نے ان کیلئے یہ القاب استعمال کئے ہیں حجتہ الاصفیاء تاج الاولیاء زبدۃ المقربین عمدۃ الواصلین شمس الحقیقہ والعرفان بدر الطریقہ والاحسان حجتہ اللہ تعالیٰ البالغۃ برہان الملتۃ المستقیم مرجع العالم منبع الفیض الاتم بحر الحقائق والاسرار مصدر العلوم والانوار صاحب المقامات العلیہ ذوالافعال والدرجات الرفیعہ الصدیق الاعظم والقطب الاظم“ (براین قاطعہ ص ۲۷۱) حضرت گنگوہی حضرت (حاجی صاحب) کی نسبت بار بار رحمۃ للعالمین فرماتے تھے“ (افاضات یومیہ جلد ۱ ص ۱۰۷) بلکہ گنگوہی صاحب کے

ایک تو لفظ ”رحمۃ للعالمین“ صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ مگر اولیاء انبیاء اور علماء ربانین بھی موجب رحمت عالم ہوئے ہیں“ (فتاویٰ ہدیہ جلد ۲ ص ۹)

علماء دیوبند کا مقام

مولوی خلیل احمد صاحب تمام علماء دیوبند کی شان بیان کرتے ہیں ”ایک صالح عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام لڑتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی“ (براین قاطعہ ص ۲۶)

ہم پیالہ ہم نوالہ

المحدیث غیر مقلدین اور دیوبندی حضرات اعتقادی طور پر بالکل ہم پیالہ ہم نوالہ ہیں اس لئے انہوں نے ایک دوسرے کے اکابرین کو گاہے بگاہے خوب خراج عقیدت پیش کیا ہے جس کی امثال و قرائن ہمارے سامنے روشن ہیں الاعتصام کی شہادت ملاحظہ کیجئے۔

(۱) ”ہندوستان میں شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے علم و فضل سے لوگوں نے یکساں اکتساب فیض کیا وہ اہل حدیث اور موجودہ دیوبند کے اکابر ہیں۔ اسلئے ان میں اور ہم میں اتنا مسلکی فرق نہیں ہے کہ معاملہ ایک دوسرے سے تشرف تک پہنچ جائے۔ پنانچہ اکثر اہل حدیث مدارس میں حنفی (دیوبندی) علماء مدرس رہے“ (اعتصام ص ۱۹۱ فروری ۱۹۵۳ء)

(۲) ابو یحییٰ امام خان نوشہری غیر مقلد لکھتے ہیں۔

”مدرسہ عالیہ دیوبند جس کی شان آج ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام میں ممتاز ہے اور جس میں ان دنوں حدیث کا تذکرہ گویا گفتہ آدر حدیث دیگران ہو رہا ہے“ (تراجم علماء حدیث ہند ص ۶۳)

(۳) مولوی داود غزنوی لکھتے ہیں۔

”علماء دیوبند محقق اہل نظر ہیں، دلائل پر ان کی نظر ہے، اپنے مسلک کی حمایت میں ان کا مدار جذبات پر نہیں ہوتا“ (الاعتصام ص ۲۰ جنوری ۱۹۵۹ء)

(۴) غیر مقلدین کے رسالہ ”الارشاد جدید“ میں لکھا ہے۔

”ہاں سلامتی ہو مولانا محمد قاسم نانوتوی کی روح پاک پر مولانا عبدالقدوس گنگوہی کی روح پر جن کے فیوض و برکات سے ایشیا کی واحد دینی درس گاہ دیوبند کی روشنی اور نور سنت نبی کریم اس عظیم میں پھیلتا رہا۔ (الارشاد جدید ص ۳۱۶ء ۱۹۵ء)

(۵) مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں۔

”مولوی اشرف علی تھانوی شرکت و بدعت کی تردید میں جماعت اہل حدیث کے ہم نوا تھے“ (الجدید ص ۳۰۲ جولائی ۱۹۳۳ء)

(۶) الاعتصام میں لکھا ہے۔

”ہندوستان میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید حسین احمد مدنی، قاری محمد طیب، مولانا منظور نعمانی، مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی، مولانا محمد میاں صاحب عبد الوہاب آردی، سید تقریظ احمد سیوہاروی، افتاء و مسائل میں حجت و سند ہیں۔“

(۷) ”مولانا دینی کی موت علم کی موت ہے بلکہ یہ پورے عالم اسلام کا ایک عظیم نقصان ہے“ مولوی داؤد غزنوی نے ان کی نماز جنازہ غائبانہ بھی پڑھائی“ (ایضاً ص ۱۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء)

(۸) مولوی رشید گنگوہی صاحب نے فرمایا ہے ”اس وقت اور ان اطراف میں وہابی قبیح سنت اور دیندار کو کہتے ہیں“ (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۹۶)

ناطقہ سرگرمیاں ہے

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مسالک اعتقادی طور پر آپس میں شیر و شکر ہیں، ایک دوسرے کے اکابر کا احترام کرتے ہیں۔ بڑے بڑے القابات سے نوازتے ہیں۔ لہذا ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنے مشترکہ اکابر کے معتقدات و نظریات کو سامنے رکھ کر اہل سنت و جماعت کے راستے کو درست سمجھیں ورنہ ان مشترکہ اکابر کا ”کوئی حل“ تلاش کریں۔ یعنی جو زبان اہل سنت و جماعت کے خلاف استعمال کرتے ہیں وہی انکے بارے میں بھی استعمال کریں۔ لیکن اتنا حوصلہ نظر نہیں آتا۔ نجانے دوسروں کی آنکھ کا بال دیکھنے والے اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں فراموش کر دیتے ہیں۔

عیب بیگانہ دیکھ کے طعن کرے مجہول

اوپر اپنے عیب دے نظر نہ کر دا مول

متفقہ شخصیات کا مقام

اس مضمون میں غیر مقلدین اور یو بندی حضرات کی تحریروں کی روشنی میں متفقہ شخصیات کا مقام و مرتبہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ کسی ”طالع آزما“ کو

ان سے اختلاف کا یا رانہ رہے۔

حضور مجدد الف ثانی کا مقام

(۱) نواب وحید الزماں غیر مقلد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں ”الہی اس کتاب (ہدیۃ المہدی) کی تالیف و اتمام میں انبیاء و صالحین اور ملائکہ مقربین کی ارواح مقدسہ سے میری مدد فرما، بطور خاص ہمارے امام حسن بن علی اور ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی اور ابن تیمیہ اور احمد مجدد الف ثانی کی ارواح سے میری مدد فرما“ (ہدیۃ المہدی ص ۱۹)

نوٹ:- یہی ہم کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت اگر فرشتوں کے ذریعے امداد فرمائے تو شرک نہیں، اپنے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے ذریعے امداد فرمائے تو کیسے شرک ہو گیا، کاش یہ ہٹ دھرم لوگ مولانا وحید الزماں کی بات ہی سمجھ لیں، بہر حال وہ حضور مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی روح پر فتوح کے ذریعے سے مدد مانگ رہے ہیں۔ ماننا پڑے گا کہ حضرت مجدد کا اس امام الوہابیہ کے نزدیک بڑا مقام ہے۔

(۲) مولوی عبداللہ روپڑی کا ارشاد ہے۔

”حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں تو حید و سنت کی ترغیب اور شرک، بدعت کی تردید اور اعمال شرکیہ اور بدعتیہ کی جس عمدگی سے نشاندہی فرمائی ہے یہ انہی کا حصہ ہے اور ایمان و اعتقاد کی سلامتی کیلئے صحابہ کرام اور علمائے سلف کے تعامل کا جو سنہری اصول پیش فرمایا ہے یہ ہر قسم کے الحاد اور گمراہی کی شناخت کیلئے راہنما بھی ہے اور اس سے بچنے کیلئے تریاق بھی ہے“ (فت روزہ تعلیم)

زبان میری ہے بات ان کی

۱۱ حدیث ص ۳۲۳ نومبر ۱۹۵۹ء)

(۳) امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے آپ کیلئے ”امام ربانی قیوم ربانی“ جیسے القاب لکھے ہیں“ (صراط مستقیم ص ۱۳۲)

نوٹ:- کیا فرماتے ہیں علماء غیر مقلدین اور زعماء دیوبند کہ غیر اللہ کو ”قیوم ربانی“ کہنے سے آپ کے امام اول اور مرشد برحق اور شہید اعظم مشرک و کافر ہوئے یا نہیں؟ اگر ہوئے تو اس کا اجتماعی اعلان فرمائیے، اگر نہیں ہوئے تو آپ بھی ان کی بات مان لیں، نیز اس سے حضرت مجدد کا مقام نکھر کر سامنے آ گیا ہے، بھلا قیوم ربانی اور امام ربانی کا عقیدہ کیسے غلط ہو سکتا ہے یہی بات ہر قدم پر ہم آپ کو سمجھانا چاہتے ہیں۔

علامہ ابن جوزی کا مقام

(۱) وہابیہ و دیوبندیہ کے متفقہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے امام جوزی علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرمایا ہے۔

”امام ابن جوزی جلیل القدر مفتی اور بڑے صاحب تصنیف و تالیف تھے اور بہت سے فنون میں آپ کی تصنیفات ہیں، یہاں تک کہ میں نے انہیں شمار کیا ہے تو انہیں ہزار سے بھی زیادہ پایا خصوصیت سے حدیث اور فنون حدیث میں آپ کی ایسی تصنیفات موجود ہیں کہ ان کی مانند شاید ہی کوئی تصنیف ہو۔ اور ہر فن میں لوگوں کی تصنیفات سے آپ کی تصنیفات بہت عمدہ اور معتبر ہیں۔ (الاعتصام ص ۲۹۶ فروری ۱۹۵۲ء)

(۲) امام الوہابیہ وحید الزماں نے انہیں اپنے مشائخ میں شمار کیا ہے (ہدیۃ

زبان میری ہے بات ان کی

نوٹ:- جب امام ابن جوزی ہر فن میں اوروں سے زیادہ معتبر اور عمدہ ہیں اور آپ کے مشائخ میں شامل ہیں تو فن میلاد پر لکھی گئی ان کی تصنیف لطیف ”المولد العروس“ کو آپ کیوں نہیں مانتے، اگر مانتے ہیں تو عام کیوں نہیں کرتے، آپ ان کی میلادی روایات سے کیوں لرزاں ہیں۔ آپ کی نظر میں میلاد مصطفیٰ کا انعقاد کیوں پریشان کن ہے۔ کیا آپ سب سے عمدہ اور بہتر انسان کی بات بھی نہیں مانا کرتے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مقام

امام الوہابیہ مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں:-

”شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے مجھ عاجز کو علم و فضل اور خدمت علم حدیث اور صاحب کمالات ظاہری باطنی ہونے کی وجہ سے حسن عقیدت ہے۔ آپ کی کئی ایک تصانیف میرے پاس موجود ہیں جن سے بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں“ (تاریخ الہدی ص ۳۹۸)

(۲) ”غیر مقلد عالم حکیم عبد الرحیم اشرف نے لکھا ہے ”یہ عظیم تجدیدی کارنامے جن تین پاکباز نفوس نے انجام دیئے ان کے اسم گرامی یہ ہیں اول حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں دنیائے اسلام مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ دوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی جنہوں نے اس ملک میں حدیث نبوی کے علوم کو عام کیا، سوم شیخ احمد بن عبد الرحیم جنہیں عالم اسلام شاہ ولی اللہ کے نام سے پکارتا ہے“ (الاعتصام ص ۱۹۵ مارچ ۱۹۵۳ء)

شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی کا مقام

(۱) مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں:-

”حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم عامل اور ولی کامل تھے“ (سراج منیر ص ۳۵)

(۲) ”شاہ عبدالرحیم صاحب علوم شریعت میں کامل ہونے کے علاوہ طریقت و باطن میں بھی صاحب کمال تھے اور صاحب کرامت اولیاء اللہ میں تھے“ (تاریخ الہدی ص ۴۱۳)

(۳) ”آپ اپنے زمانہ میں فضیلت علمی کے ساتھ ایک مقدس بزرگ مانے جاتے تھے“ (ایضاً ص ۴۱۲)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مقام

(۱) نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:-

”اگر حضرت شاہ ولی اللہ کا وجود صدر اول اور زمانہ ماضی میں ہوتا تو وہ امام الائمہ اور تاج المجتہدین کہلاتے“ (اتحاف العلماء ص ۴۳۰)

(۲) مولوی اسماعیل دہلوی نے انہیں ”قطب تحقیقین“ فخر العرفاء والکاملین“ علم باللہ شیخ ولی اللہ کے القاب سے یاد کیا ہے“ (صراط مستقیم ص ۴)

(۳) مولوی اشرف سندھو غیر مقلد نے لکھا ہے، ”الہدیث شاہ ولی اللہ کو ہندوستان میں مسلک اہل حدیث کا مجدد اعظم اور موسس اول سمجھے ہوئے ہیں“ (تاریخ التعلیید ص ۱۵۰)

(۴) مولوی مذکور نے انہیں ”حجة اللہ علی الارض“ کا لقب دیا ہے“ (ایضاً ص ۴)

(۵) میرابراہیم سیالکوٹی نے انہیں ”بلانزارع بارہویں صدی کا مجدد“ کہہ ہے“ (تاریخ الہندیت ص ۴۱۲)

(۶) مولوی محمد دہلوی لکھتے ہیں ”حضرت شاہ ولی اللہ اور انکا سارا خاندان سب الہادیث خیال کے تھے۔ جو کچھ ان حضرات کے ذریعہ سے خلق کو فائدہ پہنچا وہ ہر ایک کو معلوم ہے“ (اخبار محمدی ص ۱۳ یکم ۱۹۳۸ء)

(۷) مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں ”شاہ ولی اللہ صاحب بڑے درجے کے شخص ہیں“ (حسن العزیز ص ۴۶)

نوٹ:- جب یہ سب حضرات ان کو مجدد مانتے ہیں، موسس اول مانتے ہیں قطب المحققین مانتے ہیں، تو ان کے عقیدوں کو کیوں درست نہیں مانتے؟ ہاں رہا ان کا اہل حدیث غیر مقلد ہونا تو یہ اس عارف کامل پر سراسر الزام حضرت شاہ صاحب اور ان کا سارا خاندان مضبوط اہل سنت حنفی المذہب تھا غیر مقلدین اور دیوبندی حضرات نے ہمیشہ اس خاندان کا نام اپنے مقام کیلئے استعمال کیا ہے۔ انکے عقائد کو اس خاندان کے عالی مرتبت افراد سے نسبت

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا مقام

(۱) مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے

”ہدایت مآب‘ قدوۃ ارباب صدق و صفا‘ زبدۃ اصحاب فتا و بقا‘ سہ

زبان میری ہے بات ان کی

العلماء سند الاولیاء حجتہ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجح ہر ذلیل و مزین مولانا و مرشدنا الشیخ عبدالعزیز مع اللہ المسلمین بطول یقلانہ و اعزنا و سائر المسلمین بجدہ و علانہ“ (صراط مستقیم)

(۲) مولوی اشرف سندھو نے انہیں ”شمس الہند“ لکھا ہے۔ (تاریخ تقلید ص ۲۵)

(۳) مولوی میرابراہیم سیالکوٹی نے لکھا ہے ”استاذ الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی دقیقہ شناسی اور نکتہ رسی مسلم کل ہے“ (داخہ البیان ص ۲۶)

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا مقام

(۱) میرابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں۔

”شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ اپنے زمانے کے جملہ اہل کمال کے حلقہ میں ایسے ممتاز تھے جیسے جھلملاتے تاروں کے حلقہ میں پوری روشنی کا چاند“ (تاریخ الہندیہ ص ۴۱۹)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا مقام

(۱) مولوی یحییٰ امام خان نوشہروی غیر مقلد نے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ کو ”بہتقی وقت اور علم الہدی“ کے لقب سے یاد کیا ہے اور انکی عربی تفسیر مظہری کا تعارف کرایا ہے“ (ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات)

خدا را ذرا غور کیجئے

الحمد للہ العزیز! ہم نے تمام حقائق و آثار آپ کے سانسے رکھ دیئے

زبان میری ہے بات ان کی

ہیں۔ غور و فکر سے کام لینا آپ کا کام ہے۔ جب ان تمام اکابر کی علمی و روحانی عظمتوں کو آپ لوگ کے اکابر بھی سلام شوق پیش کرتے تھے اور کرتے ہیں تو ان کے عقائد و اعمال کو تسلیم کرنا کون سی قباحت ہے۔ ہماری اس کاوش کو ایک بار پھر پڑھیں ان اکابر کے فیصلوں کو دیکھیں وہ خود بھی اہل سنت و جماعت تھے اور انہوں نے ہمیشہ اہل سنت و جماعت کی تائید فرمائی۔ لہذا آپ کو یہ بدعتی فرقے اختیار کرنے کی کیا مجبوری ہے؟ اہل سنت و جماعت ہی اہل اسلام کا پرانا مذہب ہے یہی حقیقی اسلام و ایمان کا نمائندہ ہے اسی کو صحابہ کرام نے فروغ دیا اس کا نام نامی بھی قرآن و سنت کی روشنی میں صحابہ کرام نے تجویز فرمایا تابعین عظام لاکھوں اولیاء علماء محدثین مفکرین مورخین اسی مذہب کے دامن میں پناہ لیتے رہے باقی تمام فرقے ان کے نام انکے کام ”بدعت ہیں“ کسی صحابی رسول نے اپنے آپ کو ”دہابی“ نہیں کہا ”اہل حدیث“ کا لفظ کہاں ہے قرآن و حدیث میں؟ اثری سلفی یہ کس صحابی اور تابعی کی پہچان ہے؟ آپ نے بدعتی نام کیوں اپنائے؟ اہل سنت و جماعت ہونے کا تو مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کیساتھ تمام صحابہ کرام نے اعلان کیا دیگر فرقوں بلکہ فریقوں کے نام بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ آخر میں ایک حقیقت افروز تحریر ملاحظہ کیجئے۔ مولانا زید فاروقی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”حضرت مجدد کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے۔ ایک اہل سنت و جماعت دوسرے شیعہ اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز شاہ رفیع الدین

اور شاہ عبدالقادر کے پیچھے تھے۔ ان کا میلان طبع محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی کا رسالہ ”رد الاشراک“ ان کی نظر سے گزرا اور انہوں نے اردو میں ”تقویۃ الایمان“ لکھی اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا کوئی غیر مقلد ہوا کوئی دہابی بنا کوئی اہل حدیث کہلایا کسی نے اپنے کو سلفی کہا ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا معمولی نوشتہ و خواند کے افراد امام بننے لگے۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباہتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علماء کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور ان حضرات نے یہ اتفاق اس کتاب کو رد کیا..... مولانا مخصوص اللہ نے ساتویں سوال کے جواب میں لکھا ہے ”اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے پھر ان کا جھوٹ سن کر کچھ کچھ آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے“ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۱۰)



وسیلہ

ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام وسیلہ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کرم میں التجا کرنا جائز ہے۔ اسی طرح بزرگوار دین سے استمداد اور استغاثہ بھی جائز ہے کہ وہ امداد الہی کے مظہر کامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے مخلوق کی مشکل کشائی فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحی دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

”اے کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی جو اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں۔ یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو یہ ہے دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ اور اس سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے۔ اور اللہ کے ولی کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے اے اللہ تو نے جو اس مقرب و مکرم بندے پر رحمت فرمائی اس کے وسیلے سے میری اس حاجت کو پورا فرما کہ تو کرم کرنے والا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ کے ولی کو ندا کرتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے ولی آپ میری شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا کر دے اور میری حاجت برائے سو مطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ ہے اور یہ بندہ درمیان میں وسیلہ ہے اور قادر فاعل اور اشیاء میں تصرف کرنے والا

زبان میری ہے بات اُن کی

صرف اللہ ہے اولیاء تو اللہ تعالیٰ کے فعل، سطوت، قدرت اور تصرف

میں فانی و ہالک ہیں۔ (ایضاً للمعات ج ۳ ص ۴۰۳)

اس عقیدے پر بھی غیر مقلد اور اہل دیوبند حضرات کفر و شرک کا حکم صادر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سنی تو غیر اللہ سے مانگ کر مشرک ہو گئے اس باب میں ہم نے ان حضرات کے بزرگوں کی واضح عبارات پیش کر دی ہیں تاکہ انہیں غور و فکر کی دعوت دی جائے۔

مولوی وحید الزماں کا فیصلہ

غیر مقلدین کے نامور عالم مولوی وحید الزماں صاحب رقمطراز ہیں۔

”جب دعا میں ”غیر اللہ“ کے وسیلے کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے۔ حضرت عمرؓ نے جو حضرت عباسؓ کے وسیلے سے دعا کی تھی وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے ممانعت پر دلیل نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت عباسؓ کے وسیلے سے اس لئے دعا کی تاکہ حضرت عباسؓ کو لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں۔ اور انبیاء کرامؓ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اسی طرح شہدا اور صالحین بھی زندہ ہیں۔ ابن عطاءؒ نے ہمارے شیخ ابن تیمیہؒ کے خلاف دعویٰ کیا پھر اس کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کیا کہ بطور عبادت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت کرنا جائز نہیں۔ ہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیفؓ نے اس شخص کو آپ کے وسیلے سے دعا تعلیم کی جو حضرت عثمان غنیؓ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ اس کی

زبان میری ہے بات اُن کی

طرف التفات نہیں فرماتے تھے۔ اس دعا میں یہ الفاظ تھے ”اے اللہ! میں سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں“ اس حدیث کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ راویوں سے روایت کیا ہے۔ کاش میری عقل ان منکرین (غیر مقلدین) پاس ہوتی، جب کتاب و سنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے تو صالحین کے وسیلہ کو بھی اس پر قیاس کیا جائے گا! امام جذری نے حصن حصین کے آداب دعا میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہما اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے۔ اور ایک اور حدیث میں ہے یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ سید (صدیق حسن بھوپالی) نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، موضوع نہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ میں تیرے نبی محمد اور موسیٰ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں! اسکو علامہ ابن اثیر نے نہایت میں اور علامہ طاہر بیہقی نے بحار الانوار میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اس دعا کو روایت کیا ہے ”اے اللہ! میں تجھ سے بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوال کرتا ہوں“ اور ابن منذر نے روایت کیا ہے ”اے اللہ! تیرے نزدیک جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت اور عزت ہے، میں اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں“ علامہ سبکی نے کہا ہے کہ وسیلہ پیش کرنا مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے، علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر آہ و زاری کرنے کا متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تھا حتیٰ کہ ابن

یہ آیا اور اس نے انکار کیا۔ قاضی شوکانی نے کہا کہ انبیاء میں سے کسی نبی! انبیاء میں سے کسی ولی اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ جو شخص قبر پر جا کر زیارت کرے یا فقط اللہ سے دعا کرے اور اس میت کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اے اللہ! میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے فلاں بیماری سے شفا دے اور میں اس نیک بندے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ (ہدیۃ المحدثی ۴۹۴)

مولوی عبدالرحمن مبارکپوری کا فیصلہ

غیر مقلدین کے نامور محدث مولوی عبدالرحمن مبارکپوری نے غیر مقلدین کے بہت بڑے ”پیر و مرشد“ علامہ قاضی شوکانی کی عبارت نقل کی ہے۔ ”انبیاء اور صالحین کے توسل سے روکنے والے قرآن پاک سے استدلال کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے۔

ترجمہ: ”ہم ان کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں“ (زمر) اور اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو (جن) اور اسی کو (معبود سمجھ) نہ پکارنا چاہیے اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں جو ان کو جواب نہیں دے سکتے۔ (رعد)

ان آیات سے استدلال درست نہیں۔ کیونکہ سورۃ زمر کی آیت میں تصریح ہے کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور جو شخص کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ اس کی عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس عالم کے علم کی وجہ سے اس کو اللہ کے نزدیک تفضیل اور وجاہت ہے۔ وہ اس وجہ سے اُس کے

وسیلہ سے دعا کرتا ہے۔ اسی طرح سورۃ جن کی آیت میں اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو شریک کر کے پکارنے (یا عبادت کرنے) سے منع کیا گیا ہے۔ کوئی شخص کہے کہ میں اللہ اور فلاں کی عبادت کرتا ہوں اور جو شخص کسی عالم وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ کے بعض بندوں کے اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ غار میں تین شخص تھے اور غار کے منہ پر چٹان گر گئی تو انہوں نے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کی اسی طرح سورۃ رعد کی آیت میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو ان لوگوں کو (جو سمجھ کر) پکارتے تھے جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اور اپنے رب کو نہیں پکارتے تھے جو ان کی دعا قبول کرتا ہے جو شخص کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور کسی اور سے دعا نہیں کرتا اللہ بغیر اللہ کیساتھ (تختہ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۳)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فیصلہ

اہل دیوبند کے ”قطب الارشاد“ رشید احمد گنگوہی ”یا رسول اللہ انظر حالنا“ کے جواب میں لکھتے ہیں۔

☆ ”یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ ندا غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے۔ ورنہ شرک نہیں مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا کہ زود کی نسبت وارد ہے۔ یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں ایسے مواقع

اس اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ اس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہیں نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا جامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ابہام بھی ہے لہذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مولف پر طعن ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۶۸)

☆ ”اور اولیاء کی نسبت بھی یہ عقیدہ ایمان ہے کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے ان کو علم و تصرف دیوے اور عین حالت تصرف میں حق تعالیٰ ہی مصرف ہے۔ اولیاء ظاہر میں مصرف ہی معلوم ہوتے ہیں عین حالت کرامت و تصرف میں حق تعالیٰ ہی اس کے واسطے (وسیلے) سے کچھ کرتا ہے (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۹۵)

☆ ”اہل دیوبند کے مقتدا اور شیخ الہند مولوی محمود الحسن دیوبندی ”ایاک نستعین“ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

”اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے (حاشیہ القرآن الحکیم ص ۲)

مولوی صفدر خان دیوبندی کا فیصلہ

اہل دیوبند کے بہت بڑے محقق مولوی صفدر خان دیوبندی تمام علماء دیوبند کا عقیدہ لکھتے ہیں۔

”یہاں ہم صرف الحمد کی عبارت پر اکتفا کرتے ہیں جو علماء دیوبند کے نزدیک ایک اجماعی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمارے نزدیک اور امام مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و اولیاء صدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات کے بایں طور کہے کہ یا اللہ میں بوسیۃ فلاں ہر دم کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برائی چاہتا ہوں۔ اسی جیسے اور کلام کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ محمد اسحاق دہلوی ثم الہی نے مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے (۱)۔

(الصدور ص ۴۱۳)

☆ ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت منفر کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے۔ بلکہ امام علی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے اور خیر القرون میں یہ کاروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اسکے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۶۲)

خدا را ذرا غور کیجئے

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد اور اہل دیوبند حضرات کے اکابر کے نزدیک بھی انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا وسیلہ جائز ہے اور ان کو اس عقیدے کے ساتھ پکارنا جائز ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اذن سے سنتے ہیں امداد فرماتے ہیں ان کے تصرفات و کرامات میں اللہ تعالیٰ کا تصرف جاری و ساری ہوتا ہے لیکن افسوس صد افسوس موجودہ غیر مقلد اور اہل دیوبند

زبان میری ہے بات اُن کی

سزات از حد متشدد ہیں داتا صاحب اور خولجہ صاحب کی بارگاہوں میں ہانے والوں کو ”پکا مشرک“ تصور کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مولانا فضل الرحمن صاحب جیسے لوگ واجپائی کے دربار میں چلے جائیں اور ان مشرکوں کے ہاتھ کا ”پرشاد“ بھی کھا آئیں تقدیر کا یہ فیصلہ کتنا دردناک ہے جنکے عقیدے میں ”داتا صاحب کا لنگر“ اور ”ختم شریف کا کھانا“ اور ”میلا د شریف کا ترک“ اور ”گیارہویں شریف کی شیرینی“ حرام ہے وہ ہندوؤں اور سکھوں کا ”پرشاد“ کھانے پر مجبور ہیں۔

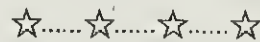
پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

ان منکرین کے اکابر نے واضح طور پر لکھا ہے کہ ”یا رسول اللہ“ یا محمد“ کہنا جائز ہے لیکن یہ پھر بھی قائل نہیں ہوتے اور نعرہ رسالت کے جواب میں ”یا رسول اللہ“ نہیں کہتے بلکہ کہنے والے کو کافر و مشرک تصور کرتے ہیں اب ہم یہی عرض کرتے ہیں کہ اپنے اس پسندیدہ لقب ”کافر و مشرک“ سے ذرا غور صدیق حسن و حید الزماں رشید گنگوہی صفدر خان محمود الحسن اور قاضی شوکانی وغیرہ کو بھی سرفراز فرما دیں وہ بیچارے کیوں اس لقب سے محروم ہیں خدا ایسے ماننے والے کسی دشمن کو نہ دے ان اکابر نے ان اصاغر کیلئے کیا کچھ نہ کیا۔ دین مصطفیٰ کو چھوڑ کر نئے نئے مسلک عطا کئے نئے نئے عقیدوں سے مالا مال کیا یہ ہیں کہ اپنے محسنین سے بھی فرار ہو رہے ہیں موجودہ غیر مقلد کافی شوخ چشم اور زبان دراز ہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان اکابر کی نہیں مانتے قرآن و حدیث کی مانتے ہیں ہم عرض کرتے ہیں کہ جناب ان اکابر نے ”یا رسول اللہ“ پکارنے کو جائز لکھ کر وسیلے استعانت اور اہل قبور کے پاس جا کر

زبان میری ہے بات اُن کی

دعا کرنے کو صحیح عمل قرار دے کر آپ کے نزدیک قرآن و حدیث کی مخالفت ہے یا نہیں، اگر نہیں کی تو آپ بھی ان عقائد و اعمال کو مان جائیے اور اگر کی ہے تو آپ قرآن و حدیث کی مخالفت کرنے والوں پر وہی فتویٰ صادر کریں، ہم اہل سنت پر کرتے ہیں یہی ہمارا اصرار ہے، ہمیں یقین ہے کہ کوئی غیر مقلد نواب صدیق حسن اور وحید الزماں اور قاضی شوکانی، کو مشرک نہیں کہے گا، ان کیلئے ان کی توپوں کا منہ بند ہو جاتا ہے یہی وہ فعل ہے جس کے بارے میں قرآن پاک نے فرمایا، ”ان یہودیوں نے اپنے احبار و رہبان کو خدا بنا لیا“ یہی حال دیوبندی حضرات کا ہے اپنے ”بزرگان کرام“ کی ہر بات پر ایسے ایمان لاتے ہیں کہ کمال ہے اگرچہ وہ بات انبیاء اولیاء کی شدید گستاخی پر مبنی ہو، پھر اس کی لایعنی تاویل کر کے ”عذر گناہ بدتر از گناہ“ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت نے ہمیشہ قرآن و حدیث کو قبلہ آرزو بنایا ہے ہمارے نزدیک ہمارے بزرگوں سے بھی خطا واقع ہو سکتی ہے۔ ہم ان کی وہی بات مانتے ہیں جو قرآن و حدیث کے مطابق ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء اہل سنت نے ایک دوسرے سے علمی و فکری اختلاف کیا ہے حضرت امام بریلوی رحمۃ اللہ القوی کے فتاویٰ سے بھی کئی مقامات پر اختلاف کیا ہے اسی طرح اہل سنت میں احناف، شوافع، حنابلہ، مالکیہ کا علمی اختلاف اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم پیر پرست نہیں، خدا پرست ہیں۔



طلاق ثلاثہ

اس موضوع پر ہم پہلے بھی کچھ حوالہ جات پیش کر چکے ہیں، ضمیمہ میں غیر مقلد مولوی شرف الدین دہلوی کی تحقیق پیش کرنا چاہتے ہیں، مولوی شرف الدین دہلوی فتاویٰ ثنائیہ کے حاشیہ نگار ہیں اور معتبر شخصیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے بہت سے مقامات پر مولوی ثناء اللہ امرتسری سے اختلاف کر کے، جوہر اہل اسلام کی تحقیقات کے مطابق فیصلہ دیا ہے اور طلاق ثلاثہ کو طلاق واحد ثابت کرنے والے غیر مقلدین کے جملہ دلائل کا علمی محاسبہ کیا ہے۔ ہم قارئین کرام کی علمی ضیافت کیلئے وہ ساری تحقیق رقم کر رہے ہیں، صرف اس سوال کے ساتھ کہ اگر غیر مقلدین کے ساتھ ایک غیر مقلد مولوی اختلاف کرے تو وہ قرآن و حدیث کا باغی نہیں ہوتا، کوئی اور عالم دین اختلاف کرے تو اسے کیوں قرآن و حدیث کا باغی تصور کیا جاتا ہے۔

شرفیہ

قول مجیب مرحوم مولوی ثناء اللہ کہ محدثین کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں بحديث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکرو مستتین من خلافتہ عمر طلاق الثلاث واحدة (مسلم) اس استدلال میں چند وجوہ کلام ہے۔

اول: یہ کہ اس میں مجلس واحد کا ذکر ہی نہیں۔ عام اس سے کہ مجلس ایک ہو یا تین بلکہ اظہار ثلاثہ ہوں یا نہ اور جس روایت مسند احمد میں مجلس واحد کا

ذکر ہے وہ صحیح نہیں اس کی سند بروایت عکرمہ بن عمران بن حصین ہے۔ جس کی محدثین حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایسی روایت خصوصاً صحیح نہیں ہوتی ملاحظہ ہو تقریب التہذیب۔

دوم: یہ کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے جس کی تفصیل شرح مسلم امام نووی فتح الباری وغیرہ میں ہے خصوصاً میری کتاب ”کتاب الطلاق“ ملاحظہ ہو سوم: یہ کہ اس میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ یہ تین طلاقیں والے مقدمات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کے سامنے پیش ہو کر فیصلہ ہوتا تھا اور یہ کسی روایت میں نہیں ہے۔ واذلیس فلیس

چہارم: یہ کہ حدیث صحیح مسلم کی ایسی ہے جیسے دوسری حدیث صحیح مسلم کی جابر بن عبد اللہ صحابی سے ہے۔ قال عطاء قدم جابر بن عبد اللہ معتمراً فوجدناه فی منزلة ساله القوم عن اشیاء ثم ذکر والمتعة فقال نعم استمئنا علی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر و عمر انتھی وفی رواية اخرى بعده ثم نهانا عمر فلم نعد لهما رای متعة النساء ومتعة الحج صحیح مسلم مع شرح نووی ص ۳۵۱ باب النکاح المتعة پس جو جواب اس جابر کی متعة النساء کے جواز و عدم کا جواب ہے۔ وہی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اگر یہ جائز ہے تو پھر متعة النساء بھی جائز ہے۔ ولا یقول به المحدثون۔

پنجم: اس سے ثابت ہوا کہ یہ تین طلاقیں یکدم واحد یا متعة النساء بالا بالا لوگ بے خبری میں کرتے رہے جس کا علم نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوا نہ شیخین کو آخر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو منع کر دیا۔ ابن

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث پر محدثین نے اور بھی کئی وجوہ سے کلام کیا ہے جس کی تشریح کچھ تو امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کی ہے کچھ اور بھی میں نے اپنی کتاب میں محدثین سے نقل کیا ہے۔

ششم: محدثین کی طرف مجلس واحد میں تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں بھی کلام ہے یہ سخت مغالطہ ہے اصل بات یہ ہے کہ صحابہ و تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ و تابعین و محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا تو ثابت نہیں من ادعی فعلیہ البیان بالبرہان و دونہ خطوط القناد ملاحظہ ہو موطا امام مالک صحیح بخاری سنن ابو داؤد سنن النسائی جامع ترمذی سنن ابن ماجہ و شرح مسلم امام نووی و فتح الباری و تفسیر ابن کثیر و تفسیر ابن جریر و کتاب الاعتبار الامام الحازمی فی بیان النسخ والمنسوخ من الآثار۔ اس میں امام حازمی نے ابن عباس کی مسلم کی اس حدیث کو منسوخ بتایا ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بھی الطلاق مرتان کے تحت ابن عباس سے جو صحیح مسلم کی حدیث تین طلاق کے ایک ہونے کا راوی ہے دوسری حدیث نقل کی ہے جو سنن ابو داؤد میں باب فتح المراجعة بعد التطلیقات الثلاث پسند خود نقل کی ہے۔ عن ابن عباس ان الرجل کان اذا طلق امراته فهو احق برجعته وان طلقها ثلاثا فنسخ ذلك فقال الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان انتھی (عون المعبود ص ۲۲۵ ج ۲)

امام نسائی نے بھی اسی طرح ص ۱۰۱ جلد ۲ میں باب منعقد کیا ہے اور یہی حدیث لانے میں اور دونوں اماموں نے اس پر سکوت کیا ہے اور ان دونوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور حجت ہے جب ہی تو لائے ہیں اور باب منعقد کیا

ہے اور ابن کثیر نے بھی سند ابی داؤد نسائی و ابن ابی حاتم و تفسیر ابن جریر و
عبد الحمید و مستدرک حاکم و قال صحیح الاسناد و الترمذی مرسل سنداً نقل کر کے
ہے کہ ابن جریر نے ابن عباس کی اس حدیث کو آیت مذکورہ کی تفسیر بنا کر اس
کو پسند کیا ہے یعنی یہ کہ پہلے جو تین طلاق کے بعد رجوع کر لیا کرتے تھے
اس حدیث سے منسوخ ہے پس یہ حدیث مذکور محدث ابن کثیر و ابن
دونوں کے نزدیک صحیح ہے جیسے کہ مستدرک حاکم صحیح اسناد لکھا ہے اور قابل اہتمام
ہے اور امام فخر الدین رازی کی تحقیق بھی یہی ہے اور امام ابو بکر محمد بن موسیٰ بن
عثمان حازمی نے کتاب الاعتبار میں اپنی سند سے نقل کر کے لکھا ہے۔ فاستعمل
الناس الطلاق جدید امن یومئذ من کان منهم طلق او لم یطلق حرم
وقع الاجماع نسخ الحكم الاول و دل ظاهر الكتاب علی نقیضہ
جاءت السنة مفسرة للكتاب مبنیة رفع الحكم الاول الخ ص ۱۸۳ اور
خود علامہ ابن قیم نے زاد المعاد مصری ص ۳۵۴ جلد ۲ میں لکھا ہے تفسیر
الصحابی حجة وقال الحاكم هو عندنا مرفوع انتھی اور جب مسلم کی
ابن عباس کی حدیث مذکور اجماع کے خلاف ہوئی تو خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ
کے قول سے بھی اس پر عمل نہ ہونا چاہیے اس لئے کہ فتاویٰ ابن تیمیہ جلد دوم
ص ۳۵۹ میں ہے کہ والخیر الواحد اذا خلاف المشهور المستفیض
کان شاذاً وقد یكون منسوخاً انتھی و هذا كذلك فانهم وقد تدبر اور
سنن ابی داؤد کی نسخ کی حدیث کی سند میں راوی علی بن حسین اور حسین بن
داؤد پر جو علامہ ابن قیم نے اعتراض یا کلام کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علی
بن حسین کو تقریب التہذیب میں صدوق بہم لکھا ہے وہم کے باعث ابو حاتم

نے اس کی تضعیف کی ہے مگر امام نسائی جو بڑے متشدد ہیں انہوں نے اور
سرے محدثین نے کہا ہے لیس بہ باس اور وہم سے کون بشر خالی ہے۔ لہذا
کوئی جرح نہیں راوی معتبر ہے خصوصاً جبکہ محدثین مذکور نے حدیث کو صحیح تسلیم
ایا ہے اور حسین بن واقد کو تقریب میں ثقة لہ اوہام لکھا ہے اور یہ راوی راۃ
صحیح مسلم سے ہے اور یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین نے اس کو ثقة بتایا ہے ملاحظہ
میزان الاعتدال باقی رجال دونوں کے ثقات ہیں لہذا یہ حدیث حسن صحیح ہے
قابل عمل و حجت ہے اور خود راوی ابن عباس کا فتویٰ بھی اس کی صحت کا موید
ہے ملاحظہ ہو موطا امام مالک وغیرہ

اور یہ لغو اعتراض کہ یہ ابن عباس کا سہو ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر
ابن عباس کو سہو ہو گیا تھا تو پھر ان کی مسلم کی حدیث میں بھی سہو ہے فلا
حجة فیہ اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں بحث
کر کے جو اپنی تحقیق لکھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آیت الطلاق مرتان سے پہلے
آیت والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء (الی قولہ) وبعولتھن
احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحاً الایة ہے۔ اس کے بعد ہے
الطلاق مرتان الایة اس سے ثابت ہوا کہ پہلی آیت مجمل مفتقر الی
المبین یا کالعام مفتقر الی المخصص تھی کہ بعول مطلقین کو بعد طلاق
حق استرداد (یعنی رجوع ثابت تھا عام اس سے کہ ایک طلاق کے بعد ہو یا دو
کے یا تین کے پس آیت الطلاق مرتان نے واضح کر دیا کہ مطلق کو رجوع
ایک یا دو طلاق کے بعد ہے۔ اس کے بعد نہیں پھر آگے جامع ترمذی کی
حدیث سے منع ثابت کیا ہے اور بعض اصحاب ”تفسیر کبیر“ سے اپنے مطابق

قول کے بعد مذاہب الانیس اٹھ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور یہ سنا سوچتے کہ اگر قول کو امام صاحب نے دوسرے سے نقل کر کے اس کا رد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ج ۲ ص ۲۳۸

اور دعوہ کلام میں سے وجہ ہفتم یہ ہے کہ محدثین نے مسلم کی حدیث مذکورہ کو شاذ بھی بتایا ہے۔

ہشتم: یہ کہ اس میں اضطراب بھی بتایا ہے تفصیل شرح صحیح مسلم نووی رحمہ اللہ الباری وغیرہ مطولات میں ہے۔

نہم: یہ کہ ابن عباس کی حدیث مذکور مرفوع نہیں ہے بعض صحابہ کا فعل ہے جس کو نسخ کا علم نہ تھا کما فی الوجه الثالث والوابع

دہم: یہ کہ مسلم کی یہ حدیث امام حازی و تفسیر بن جریر و ابن کثیر وغیرہ کی تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بظاہر کتاب و سنت صحیحہ و اجماع صحابہ وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہذا حجت نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے کہ تین طلاق مجلس واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں یہ مسلک صحابہ تابعین و متابعین وغیرہ ائمہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند اور ان کے معتقد ہیں۔ یہ فتویٰ شیخ الاسلام نے ساتویں صدی ہجری کے اخیر یا اوائل آٹھویں میں دیا تھا تو اس وقت کے علمائے اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی۔

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاد العلماء میں جہاں شیخ الاسلام کے مفردات مسائل لکھے ہیں۔ اس فہرست میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا

ہے اور لکھا ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تین طلاق کی ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا تو بہت شور ہوا۔ شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے۔ ان کو اونٹ پر سوار کر کے درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی۔ قید کئے گئے۔ اس لئے کہ اس وقت یہ مسئلہ علامت روانض کی تھی ص ۳۱۸ اور سبل السلام شرح بلوغ المرام مطبع فاہوتی دہلی ص ۹۸ جلد ۲ اور التاج المکمل مصنفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب صفحہ ۲۸۶ میں ہے کہ امام شمس الدین ذہبی باوجود شیخ الاسلام کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالف ہیں۔ التاج المکمل ص ۲۸۸-۲۸۹

ہاں تو جب کہ متاخرین علماء اہلحدیث عموماً شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کے معتقد ہیں اس لئے وہ بیشک اس مسئلہ میں شیخ الاسلام سے متفق ہیں اور وہ اسی کو محدثین کا مسلک بتاتے ہیں اور مشہور کر دیا گیا ہے کہ یہ مذہب محدثین کا ہے اور اس کے خلاف مذہب حنفیہ کا ہے۔ اس لئے ہمارے اصحاب فوراً اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اس کے خلاف کو رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ فتویٰ یا مذہب آٹھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا ہے اور ائمہ اربعہ کی تقلید چوتھی صدی ہجری میں رائج ہوئی۔

قیاس

موجودہ غیر مقلدین حضرات صرف قرآن و حدیث کو ماننے کا اہل کرتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ اگر قرآن و حدیث کا کوئی ارشاد ان مخصوص نظریات کی تردید کرتا نظر آئے تو اس کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں یا ان کی لایعنی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ”اجماع و قیاس“ کی کوئی حیثیت نہیں حالانکہ امت مرحومہ کے لاتعداد مسائل اجماع و قیاس کی روشنی میں حل جوتے ہیں۔ یہ لوگ ہم احناف اہل سنت کو ”اہل الرائے“ کا نام دیتے ہیں۔ اس مقام پر ان کی خدمت میں ان کے مناظر اعظم اور شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ پیش کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ ہم اہل حدیث بھی قیاس کے منکر نہیں حوالہ پیش خدمت ہے۔

☆ ”پہلے تو ہم اس سائل کی غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں کہ اہل حدیث قیاس اور اجماع کے منکر نہیں۔ جن لوگوں نے صحیح بخاری پڑھی ہے وہ جان سکتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی طرح قیاس سے کام لیتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضروری ہے کہ علمائے اصول خاص اصول حنفیہ والوں نے قیاس کیلئے جو شروط لکھی ہیں اہل حدیث ان شروط کے ساتھ قیاس کو صحیح مانتے ہیں۔ ان کے بغیر قیاس کے منکر ہیں۔ جیسے علمائے اصل حنفیہ بھی منکر ہیں۔ منجملہ شروط کے بڑی شرط یہ ہے کہ قیاس میں مقیس علیہ کا ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مقیس میں کوئی نص خاص وارد نہ ہو اس کی تفصیل اپنے علماء حنفیہ سے پوچھئے ہم باقاعدہ قیاس کے منکر نہیں ہاں بے قاعدہ قیاس خاص کر

زبان میری ہے بات اُن کی

نص صریح کے مقابلہ میں جو قیاس ہو اہل حدیث اس سے منکر ہیں اسی کے حق میں ایک بزرگ کا قول یہ ہے اول من قاس ابلیس سب سے پہلے قیاس کرنے والا شیطان تھا“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۷۸۶)

نوٹ:-

قارئین کرام! ذرا غور کیجئے اگر اہل حدیث غیر مقلد مشروط قیاس کو تسلیم کریں تو قرآن و حدیث کے علیردار رہیں اور اگر اہل سنت و جماعت مشروط قیاس کو تسلیم کریں تو پھر بھی ان کو ”اہل الرائے“ کہا جائے موجودہ دور کے غیر مقلدین کو اس قسم کی بے انصافی کا ازالہ کرنا چاہیے۔ مولوی امرتسری کے نزدیک احناف کی ”شروط قیاس“ صحیح ہیں۔ لہذا ان غیر مقلدین کو احناف کے قیاس پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ احناف پہلے قرآن و حدیث کو دیکھتے ہیں اس کے بعد اجماع امت پر نظر رکھتے ہیں اگر ان تینوں اصولوں سے بھی مسئلہ معلوم نہ ہو سکے تو ان کی روشنی میں مشروط قیاس سے کام لیتے ہیں اس کے باوجود غیر مقلدین نے ہر طرف ”پروپیگنڈہ سنٹر“ کھول رکھے ہیں تاکہ سادہ دل لوگوں کو بہکانے کیلئے مہم عام کی جائے۔ کاش یہ سوچیں کہ ان کا مناظر اعظم قیاس کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کر چکا ہے اور احناف کی شروط قیاس کو صحیح قرار دے چکا ہے اس کے بارے میں ان کا خیال شریف کیا ہے؟

ذاتی اور عطائی

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات و اوصاف ذاتی ہیں۔ جبکہ اس کے انبیاء و اولیاء کی صفات و اوصاف عطائی ہیں۔ ان کو جتنا بھی

زبان میری ہے بات اُن کی

کمال حاصل ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہے۔ استاذی الہی
مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کیا خوب فرماتے ہیں۔

اللہ کی عطا کا تو انکار مت کرو
سرکار کی جو شان ہے بیشک عطائی ہے

ہمارے اس عقیدے کو لوگ ”مشرکانہ تقسیم“ قرار دیتے ہیں شاید یہ لوگ
اپنے اکابر کی تحریروں سے آشنا نہیں یا آشنا ہیں تو ”تجاہل عارفانہ“ سے کام
لے کر دوسروں کیلئے روحانی پریشانی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں پوچھا
جاتا ہے کہ یہ ”ذاتی اور عطائی“ کے الفاظ کہاں لکھے ہیں ہم کہتے ہیں جہاں
تصرف کے معاملے میں ”ماتحت الاسباب“ اور ”ما فوق الاسباب“ کے
الفاظ لکھے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کی یہ اصطلاحیں خود ساختہ نہیں؟

عقل مندوں را اشارا کافی است

مذکورہ صدر عنوان کے تحت ہم علماء دیوبند کے مقتدر راہنماؤں کے فیصلے
نقل کرتے ہیں جنہوں نے حجر اسود کے نفع و ضرر پہنچانے کے بارے میں
”ذاتی اور عطائی“ کی قید لگائی ہے ذرا ہمت و جرات سے کام لیتے ہوئے
ان ”مقدس مآب ہستیوں“ پر بھی مشرکانہ تقسیم کی فرد جرم عائد کریں۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا فیصلہ

صحیح مسلم شریف میں ایک حدیث پاک ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے حجر اسود سے فرمایا ”بخدا میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں“ حالانکہ
میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نہ نفع دیتا ہے اور نہ نقصان دیتا ہے

زبان میری ہے بات اُن کی

اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا
ہوتا تو کبھی بوسہ نہ دیتا“ (کتاب الحج)

اس کی شرح میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں۔

”لَا لِأَنَّ الْحَجَرَ يَنْفَعُ وَيُضُرُّ بِذَاتِهِ يَعْنِي حَجْرَ اسود ذاتی طور پر نفع و

نقصان نہیں پہنچاتا (بذل الممجد ج ۲ ص ۱۴۰)

نوٹ:-

یہ عبارت صاف صاف بتا رہی ہے کہ حجر اسود ذاتی طور پر نفع و نقصان
نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خصوصیات کی بنا پر نفع و نقصان پہنچا سکتا
ہے۔ کیونکہ یہ پتھر قیامت کے دن لوگوں کے اعمال کی گواہی دے گا اور بعض
کو فائدہ پہنچائے گا اور بعض کو نقصان۔ یہی عقیدہ انبیاء اور اولیاء کے بارے
میں مشروع ہے کہ وہ ذاتی طور پر نفع و نقصان کے مالک نہیں جیسا کہ آیت
کریمہ ہے قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ (الاعراف)
آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کیلئے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ
چاہے اس آیت کریمہ کے الفاظ ”إِنْ شَاءَ اللَّهُ“ سے ”عطائی شان“ کا
ظہور ہو رہا ہے۔ کاش یہ لوگ ”سوئے ظن“ کے اندھیروں سے باہر نکلتے اور
سوچتے کہ مسلمانوں کا سواد اعظم بھلا کیسے غلط عقیدہ اپنا سکتا ہے۔

مولوی شبیر احمد عثمانی کا فیصلہ

حضرت مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے مذکورہ فرمان کی تشریح میں رقم فرماتے ہیں۔

زبان میری ہے بات اُن کی

”حجر اسود ذاتی طور پر نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا..... میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ تو عبادت کا مستحق نہیں ہے جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ ہر چیز نفع و نقصان کی مالک نہ ہو وہ عبادت کے لائق نہیں ہے پس ہمارا حجر اسود کی تعظیم کرنا اور اس کو بوسہ دینا اس پتھر کی عبادت نہیں اور نہ یہ مشرکوں کا طریقہ ہے بلکہ یہ تو صرف شعائر اللہ کا ادب اور محبت ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور آپ کے حکم کی تعمیل ہے۔

(فتح الملہم ج ۳ ص ۳۲۳)

نوٹ:-

مولوی عثمانی صاحب بھی ”بذاتہ“ کی قید لگا کر گویا اہل سنت و جماعت کی تائید کر رہے ہیں۔ یہاں ایک اور بھی مسئلہ معلوم ہوا کہ ہم جس طرح حجر اسود کی عبادت نہیں کرتے اس کو اللہ تعالیٰ کی نشانی سمجھ کر ادب و محبت کا حق دار سمجھتے ہیں اس طرح ہم انبیاء اور اولیاء کی عبادت نہیں کرتے ان کو اللہ تعالیٰ کی نشانی سمجھ کر ادب و محبت کا حقدار سمجھتے ہیں لہذا ہمارے بارے میں ”وحشیانہ فتوے“ ختم کئے جائیں۔

کیا پانی پر دم کرنا جائز نہیں؟

حافظ صلاح الدین یوسف..... نجدی فکر کے حامل غیر مقلد فکدار ہیں ان کی طرف سے پانی پر دم کرنے کے عنوان سے حوالہ جات سے مزین علمی و تحقیقی مضمون ہفتہ روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں شائع ہوا ہے۔ اور ساتھ ہی انہوں نے

زبان میری ہے بات اُن کی

اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ یہ ایک مذاکرہ علمیہ ہے دلائل کی روشنی میں اس کی حمایت یا مخالفت میں جو کچھ لکھا جائے گا اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ اہل سنت کے موقف کی تائید میں ان کا یہ مضمون لائق مطالعہ ہے لہذا اسے پڑھئے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانے پینے کی چیزوں پر پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح الجامع بحوالہ طبرانی کبیر رقم: ۶۷۵۰) آپ کا اپنا عمل بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ آپ نہ کھانے والی چیز میں پھونک مارتے تھے نہ پینے والی چیز میں۔

(ابن ماجہ الاطعمۃ باب الخ فی الطعام رقم: ۳۲۸۸)

اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء کہتے ہیں کہ پانی پر دم کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ دم کا مطلب ہی یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری جائے جبکہ کھانے پینے والی چیزوں پر پھونک مارنا منع ہے۔ لہذا پانی پر دم کرنا ناجائز ٹھہرا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بطور خاص پانی پر دم کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ لیکن آپ سے دموں کی جو صورتیں ثابت ہیں یا آپ کی موجودگی میں صحابہ کرام نے جو دم کئے جن کی آپ نے تائید فرمائی ان سے پانی پر دم کرنے کا جواز بھی نکل آتا ہے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل پہلوؤں پر غور کرنا ضروری ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دموں کی عام اجازت دی ہے صرف ایک شرط عائد کی ہے کہ وہ شرکیہ نہ ہوں۔ فرمایا: اعراضوا علی دفاکم لا باس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک (صحیح مسلم کتاب السلام باب

زبان میری ہے بات اُن کی

لاباس بالرقی مالم یکن فیہ شرک)

”تم مجھ پر اپنے دم پیش کرو دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں شرک نہ ہو۔“

اس سے معلوم ہوا کہ جن روایات میں دم کو ”تمام“ (تعویذات) کہ اور ”تولہ“ (ایسا عمل جو میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کرنے کیلئے کیا جاتا ہے) کو شرک کہا گیا ہے (ابوداؤد الطب باب فی تعلیق التمام رقم: ۳۸۸۳) تو اس سے وہ دم (رقی) مراد ہیں جو شرکیہ کلمات پر مبنی ہوں جیسے ان میں غیر اللہ سے استغاثہ یا استعاذہ کیا گیا ہو مثلاً فرشتوں کے یا انبیاء کے یا جنات وغیرہ کے نام ان میں ہوں۔ لیکن اگر وہ دم قرآنی آیات یا اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات پر مبنی ہوں یا ان میں اللہ سے دعا و استعاذہ کیا گیا ہو یا وہ مسنون اور معروف اذکار کے ساتھ ہوں تو ایسے دم شرک نہیں بلکہ وہ بعض علماء کے نزدیک تو مستحب ہیں اور بعض کے نزدیک جائز۔ یعنی ایسے دموں کے جواز میں تو کوئی شک نہیں۔

۲ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ دونوں سورتیں) پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے اور اپنے جسم پر پھیر لیتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کا مرض الموت شدت اختیار کر گیا اور آپ کیلئے اپنے ہاتھوں کو خود اپنے جسم پر پھیرنا مشکل ہو گیا تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ کے ہاتھوں پر پھونک مارتی اور پھر ان ہاتھوں کو آپ کے جسم پر ملتی۔ امام بخاری نے یہ حدیث اپنی ”صحیح“ میں درج کی ہے۔

زبان میری ہے بات اُن کی

اور اس پر باب باندھا ہے۔

باب الرقی بالقرآن والمعوذات ”قرآن کریم اور معوذات کے ساتھ دم کرنے کا بیان“ جس سے امام بخاری کا یہ استدلال واضح ہے کہ قرآن کریم اور معوذات کے ساتھ دم کرنا جائز ہے اور اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

۱ ”علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ تین شرطوں کیساتھ دم کرنا جائز ہے۔ وہ دم اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء و صفات کے ساتھ ہو۔
۲ عربی زبان میں ہو اور اگر کسی اور زبان میں ہو تو اس کے معنی واضح ہوں۔

۳ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ دم بذات خود موثر نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہو یعنی موثر حقیقی اللہ ہی ہے۔“ (فتح الباری کتاب الطب باب الرقی بالقرآن والمعوذات رقم: ۵۷۳۵ ج ۱ ص ۲۴۰)

۴ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کرام سے دم کر کے مریض پر پھونک مارنے کا ثبوت احادیث میں موجود ہے جس کیلئے نفث اور قتل کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بابت آتا ہے کہ آپ حضرت ثابت بن قیس کی بیمار پرسی کیلئے ان کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے یہ پڑھ کر (اکشف الباس رب الناس عن ثابت بن قیس بن شماس) ”اے لوگوں کے رب! ثابت بن قیس سے تکلیف دور فرمادے۔“ بطحان وادی سے تھوڑی سی مٹی لی اور اسے ایک برتن میں ڈال کر اس پر پانی چھڑکا پھر پانی ملی ہوتی مٹی کو ثابت بن قیس کے اوپر ڈالا۔

زبان میری ہے بات اُن کی

(ابوداؤد کتاب الطب باب فی الرقی رقم: ۳۸۸۵)

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ایسے مریض کو دیکھتے جسے کوئی تکلیف ہوتی یا کوئی پھوڑا یا پھنسی ہوئی یا کوئی زخم ہوتا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سبابہ انگلی کو زمین پر رکھ کر اٹھا لیتے اور یہ دعا پڑھتے۔

(باسم اللہ تربة ارضنا بریقة بعضنا یشفی بہ سنقینا باذن ربنا) (صحیح مسلم کتاب السلام باب رقیۃ المریض بالمعوذات والنفت رقم: ۲۱۹۳)

”اللہ کے نام سے“ یہ ہماری زمین کی مٹی ہے ہم میں سے بعض کے لعاب وہن (تھوک) کے ساتھ اس کے ذریعے سے ہمارے رب کے حکم سے ہمارے بیماروں کو شفاء عطا ہو۔“

اس روایت میں صراحت ہے کہ آپ اپنی انگشت مبارک میں مٹی لگاتے اور بریقة بعضنا کے لفظ سے استدلال کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ آپ دم کرتے وقت تھوکتے بھی تھے یعنی تھوک کے باریک ذرات شامل کرتے تھے۔ (فتح الباری کتاب الطب باب رقیۃ النبی ج ۱ ص ۲۵۶ طبع دار السلام الریاض)

امام نووی فرماتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی سبابہ انگلی پر اپنا لعاب وہن (تھوک) لگاتے پھر اس کو مٹی پر رکھتے جس سے کچھ مٹی آپ کی انگلی پر لگ جاتی پھر آپ اس انگلی کو بیماری والی جگہ پر یا زخمی آدمی پر ملتے اور مذکورہ دم پڑھتے۔ (حوالہ مذکور)

امام قرطبی کہتے ہیں اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر قسم کی تکلیف

زبان میری ہے بات اُن کی

میں دم کرنا جائز ہے اور یہ طریقہ ان میں معروف تھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی سبابہ انگلی کو مٹی پر رکھنا اور پھر اسے مریض پر رکھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دم کے وقت ایسا کرنا مستحب ہے۔ آگے چل کر مزید لکھتے ہیں..... ”تھوک (یا پھونک) اور انگلی کو زمین پر مٹی لگانے کیلئے رکھنا“ یہ بذات خود کوئی موثر چیزیں نہیں بلکہ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ اور آثار رسول سے تبرک حاصل کرنے کے قیل سے ہے۔“ (حوالہ مذکور)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فائدة النفث التبرک بتلک الرطوبة او الهواء الذی ماسه المنکر
کما یتبرک بغسالة ما یکتب من الذکر (فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۳)

”پھونک مارنے کا فائدہ اس رطوبت (تری) یا ہوا سے برکت حاصل کرنا ہے جس کو اللہ کے ذکر نے مس کر لیا جیسے اللہ کے ذکر گو (کاغذ یا پلیٹ وغیرہ میں) لکھ کر پھر اسے پانی میں ڈال کر اس کے دھون سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔“

۵۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض صحابہ کرام نے بھی دم کرنے کا یہی طریقہ اختیار کیا تھا جو موثر ثابت ہوا تھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کی تحسین و تائید ہی فرمائی تھی۔ جیسے مشہور واقعہ ہے کہ کچھ صحابہ کرام سفر میں کسی قبیلے کے پاس ٹھہرے اس قبیلے کے لوگوں نے ان صحابہ کی مہمان نوازی نہیں کی اتفاق سے قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا کچھ لوگ صحابہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ اس طرح کا معاملہ ہے کیا آپ لوگوں کے پاس اس کا کوئی علاج یا دم ہے؟ صحابہ نے کہا تم نے

زبان میری ہے بات اُن کی

ہم مسافروں کی مہمان نوازی نہیں کی اس لئے جب تک تم کوئی معاوضہ مقرر نہیں کر لیتے ہم کچھ نہیں کریں گے انہوں نے کچھ بکریاں دینے کا وعدہ کر لیا چنانچہ ایک صحابی نے سورہ فاتحہ کا دم شروع کر دیا وہ سورہ فاتحہ پڑھتا اور اس پر تھوک کیساتھ پھونک مارتا حتیٰ کہ وہ سردار ٹھیک ہو گیا۔ صحابہ کرام یہ بکریاں لے کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے اس کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا:

وما ادراک انہا رقیۃ؟ خذوها واضربوا لی بسہم (صحیح بخاری الطب باب الرقی بفاتحۃ الکتاب رقم: ۷۵۳۶)

”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ دم ہے؟ بکریاں لے لو اور اس میں میرا حصہ بھی رکھو۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وفیہا انہ قرأ بفاتحۃ الکتاب وتفل ولم ینکر ذلک فکان ذلک حجة“ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۰۸)

”اس قصے میں ہے کہ صحابی نے سورہ فاتحہ پڑھی اور پڑھ کر تھوکا اور اس پر نکیر (مخالفت) نہیں کی گئی پس یہ واقعہ حجت بن گیا۔“

۶ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب باندھا ہے۔ باب النفث فی الرقیۃ دم میں پھونک مارنا اور اس کے تحت انہوں نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جن میں دم پڑھ کر پھونک مارنے (نفث) کا حکم ہے یا آپ کے عمل کا ذکر ہے اسی میں صحابہ کرام کا مذکورہ واقعہ بھی درج ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود اس باب سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو پھونک مارنے کو مطلقاً مکروہ قرار دیتے ہیں اور ان لوگوں کا

بھی رد کرنا ہے جو خاص طور پر قرأت قرآن کے وقت پھونک مارنے کو برا سمجھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر مزید لکھتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ نفث میں تھوک کے باریک ذرات ہوتے ہیں۔ ”ان فیہ رقیقاً خفیفاً“ آگے جا کر پھر لکھتے ہیں: ”وقد قدمت ان النفث دون التفل واذا جاز التفل جاز النفث بطریق الاولی“ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۵۸، ۲۵۹)

”میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ نفث (پھونک) تفل (تھوک) سے کم تر ہے اور جب (دم میں) تھوکنا جائز ہے تو پھونک مارنا تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔“

مذکورہ مقدمات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوائے شریکہ دموں کے ہر قسم کے دم کو جائز قرار دیا ہے وہ قرآنی کلمات کے ساتھ ہوں یا اسماء و صفات الہیہ کے ساتھ ہوں یا مسنون و مشروع اذکار کے ساتھ ہوں۔

۲ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معوذات پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور پھر انہیں اپنے چہرے اور جسم پر پھیر لیتے تھے۔

۳ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کو اپنے لعاب دہن (تھوک) سے تر کر کے اس پر مٹی لگائی اور پھر دم کر کے اس مٹی کو مریض پر یا مریض کے درد والے حصے پر لگا دیا۔

۴ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سورہ فاتحہ کا دم کر کے مریض پر تھوکا جس سے مریض ٹھیک ہو گیا آپ نے اس عمل کی تائید فرمائی۔

۵ دم کر کے نفث (پھونک مارنے) کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم بھی دیا ہے اور اس پر آپ نے عمل بھی کیا ہے۔

ان مقدمات پر غور کر کے اگر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ پانی پر بھی دم کر کے اگر اس پر نفث یعنی پھونکا جائے تو ایسا کرنا جائز ہوگا کیونکہ اول تو دم کرنے کے بعد نفث میں شفاء کی تاثیر اللہ کے حکم سے پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے کھانے پینے کی چیز میں پسوند مارنے کی جو ممانعت آئی ہے اس کیلئے نفث کا لفظ استعمال ہوا ہے اور دموں کیلئے ہر جگہ نفث کا لفظ آیا ہے۔

اس لئے نفث اور نفخ میں فرق کرنا ضروری ہے لغوی اعتبار سے بھی اس فرق کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ مصباح اللغات میں ہے: نفخ منہ سے پھونک مارنا اور نفث کے معنی لکھے ہیں: منہ سے تھوک پھینکنا اور تفل کے معنی ہیں۔ تھوکنے کو یا دم کر کے نفث کرنا یعنی تھوک کے باریک ذرات مریض پر پھینکنا اس میں اللہ نے شفاء رکھی ہے۔ یہ عمل اگر پانی پر کیا جائے تو پانی اللہ کے حکم سے شفاء کا ذریعہ بن سکتا ہے چینی یا آٹے پر کیا جائے تو اس کے ذریعہ سے یہ بھی اگر اللہ چاہے تو شفاء ہو سکتی ہے۔ یہ نفخ سے مختلف عمل ہے۔ نفخ (یعنی کھانے پینے کی چیز میں یوں ہی پھونک مارنا) یقیناً ممنوع ہے۔ لیکن نفث ایک بابرکت عمل ہے ذکر الہی سے اس میں اللہ کے حکم سے شفاء کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک اثر سے بھی ہمارے اس موقف کی تائید ہوتی ہے شرح السنہ میں ہے ”روی عن عائشة انها كانت لا تری باساً ان يعوذ في الماء ثم يعالج به المريض“ (شرح السنہ ۱/۱۲۶)

زبان میری ہے بات اُن کی

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ پانی میں تعوذ (منقول دم) پڑھا جائے اور پھر اس پانی کے ذریعے سے مریض کا علاج کیا جائے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک اور اثر منقول ہے۔

”كانت عائشة تقرأ بالمعوذتين في اناء ثم تامر ان يصب على المريض“ (تفسير القرطبي سورة الاسراء ج ۲ ص ۳۱۸)

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی برتن میں معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) سورتیں پڑھتیں پھر حکم دیتیں کہ اس برتن (کے پانی) کو مریض پر اڈیل دیا جائے۔“

سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے علمی مقام و مرتبت اور قوت استنباط و تفقہ میں اس دور میں بلاشبہ آیت علمی آیات اللہ کے مصداق تھے وہ فرماتے ہیں۔ ”و كذا لك الرقية في الماء لا بأس بهاء“ وذلك بان يقرء في الماء ويشربه المريض او يصب عليه“ (مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعة ۵۲/۱ الطبعة الثانية ۱۹۹۶ء)

”اسی طرح پانی میں دم کرنے میں کوئی حرج نہیں باس طور کہ پانی میں پڑھا جائے اور مریض اسے پی لے یا اسے اس پر اڈیل دیا جائے۔“

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

زبان میری ہے بات اُن کی

(۷) کتاب الروح کا مطالعہ

کتاب الروح غیر مقلدین اور دیوبندی مفکرین کے مایہ ناز محقق اور مصنف علامہ حافظ ابن قیم الجوزیہ کی مایہ ناز کتاب ہے جو ان کی سال ہا سال کی دیدہ ریزی کا حاصل ہے، علامہ موصوف نے کتاب وسنت کی روشنی میں روح کے متعلق اکیس سوالات کے جوابات دیئے ہیں اور روح سے متعلق ہر زاویے پر سیر حاصل بحث کی ہے، اس کتاب میں بیسیوں اقتباسات ایسے ہیں جن سے اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کی تصدیق ہوتی ہے، کاش علامہ موصوف کے ماننے والے بھی ان کی اس کاوش کو نظر استحسان سے دیکھتے یا اہل سنت و جماعت کو بدعتی اور مشرک کہنے کی بجائے اپنے اس راہبر کو بھی اپنے فتوؤں کا نشانہ بناتے تاکہ عدل و انصاف کا تقاضا پورا ہو جاتا، آئیے کتاب الروح کے مطالعہ سے چند اقتباسات پر نگاہ ڈالیں:

.....﴿1﴾.....

مردے قبروں پر آنے والوں کو کیا پہچانتے اور ان کا سلام سنتے ہیں؟ ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ رحمۃ اللعالمین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس سے زندگی میں جان پہچان تھی اور اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں روح ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہے، پس معلوم ہوا کہ مردہ قبر میں آئیوالے کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے، مختلف اسناد سے بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ رحمۃ اللعالمین علیہ السلام کے حکم سے بدر کے مقتول ایک گٹرھے میں دفن کر دیئے گئے تھے پھر آپ اس گٹرھے کے نزدیک آ کر کھڑے ہوئے ازہان کا نام پکار کر فرمایا،

زبان میری ہے بات ان کی

کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ میں نے تو سچا پایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ ان سے گفتگو فرما رہے ہیں جن کی لاشیں بھی سڑ چکیں؟ فرمایا: اس کی قسم جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا ہے میری بات تم بھی ان سے زیادہ نہیں سنتے، مگر یہ جواب نہیں دے سکتے آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب دفن کے بعد لوگ واپس آتے ہیں تو مردہ ان کے قدموں کی آواز سنتا ہے، اس کے علاوہ آپ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب وہ مردوں کو سلام کریں تو خطاب کے ساتھ سلام کریں یعنی:

اے مومنو! سلامتی ہو تم پر

اس قسم کا مخاطب اسی سے کیا جاتا ہے جو سن سکتا ہو اور سمجھ سکتا ہو اور سمجھتا ہو ورنہ یہ خطاب ایسا ہوگا جیسا کہ غیر موجود اور بے جان ہستی سے ہوتا ہے (جو صحیح نہیں ہے) اسلاف اس بات پر متفق ہیں کہ مردے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔ (کتاب الروح: ۲۱)

.....﴿2﴾.....

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رحمۃ اللعالمین علیہ السلام نے فرمایا، جو آدمی اپنے بھائی کی قبر پر جاتا اور اس کے قریب بیٹھتا ہے تو صاحب قبر اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، جب تک کہ وہ وہاں سے اٹھ کر نہ جائے۔ (ابن ابی الدنیا، کتاب القبر)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمۃ اللعالمین علیہ السلام نے فرمایا، اگر کوئی شخص اپنے جان پہچان والے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور اس پر سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچان جاتا ہے اور کسی

زبان میری ہے بات ان کی

اجنبی کی قبر سے گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہے۔ (کتاب الروح: ۲۲)

.....﴿3﴾.....

ابن عیینہ کے ماموں کے بیٹے فضل سے مروی ہے کہ جب میرے والد فوت ہو گئے تو مجھے بہت ملال ہوا، میں ہر روز ان کی قبر کی زیارت کرتا تھا، پھر کچھ دنوں کے لیے نہیں گیا، پھر ایک دن قبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا، اتفاقاً آنکھ لگ گئی، میں نے دیکھا کہ اچانک والد فوت ہو گئے تو مجھے بہت ملال ہوا، میں ہر روز ان کی زیارت کرتا تھا، پھر کچھ دنوں کے لیے نہیں گیا، پھر ایک دن قبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا، اتفاقاً آنکھ لگ گئی، میں نے دیکھا جیسے والد صاحب کی قبر شق ہو گئی، وہ قبر میں کفن میں ملفوف بیٹھے ہیں، اور مردوں کی سی شکل ہے، یہ منظر دیکھ کر میں رونے لگا، پوچھا بیٹا! اتنے دن کیوں نہیں آئے؟ میں نے کہا: کیا آپ کو میری آمد کی خبر ہو گئی، وہ بولے تمہارے آنے سے اور تمہاری دعاؤں سے نہ صرف مجھے بلکہ میرے آس پاس والوں کو بھی انیسیت و خوشی ہوتی ہے، اس خواب کے بعد پھر میں مسلسل ان کی قبر پر آتا جاتا رہا۔ (کتاب الروح: ۲۳)

.....﴿4﴾.....

عثمان بن سودہ کا بیان ہے کہ میری والدہ بڑی عابدہ تھیں، اسی سبب سے لوگ انھیں راہبہ کہا کرتے تھے، نزع کے وقت انھوں نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر فرمایا کہ اے میرے ذخیرے اور اے وہ جس پر زندگی بھر مجھے اعتماد رہا اور موت کے بعد بھی ہے، موت کے وقت مجھے رسوا نہ کرنا، اور قبر کی وحشت سے بچانا، پھر وہ فوت ہو گئیں، میں ہر جمعہ کو ان کی قبر پر جا کر ان کے لیے اور

دیگر قبر والوں کے مغفرت کی دعا کیا کرتا، ایک روز میں نے انھیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ امی جان کیا حال ہے؟ فرمایا: بیٹا موت نہایت بے چین کر دینے والی ہے، الحمد للہ میں قابل تعریف برزخ کے عالم میں ہوں، ہم پھول بچھاتے ہیں اور نرم و گداز ریشم کے گدوں پر آرام کرتے ہیں اور قیامت کے روز تک اسی حال میں رہیں گے، میں نے کہا: مجھ سے تو کوئی کام نہیں؟ بولیں، ہاں ہے، میں نے کہا کیا کام ہے؟ فرمایا، ہماری زیارت اور ہمارے لیے دعائے مغفرت نہ چھوڑنا، جمعہ کے روز جب تم آتے ہو تو مجھے خوشخبری سنائی جاتی ہے، کہ اے راہبہ تمہارا فرزند آ گیا ہے، اور اس سے نہ صرف مجھے بلکہ میرے پڑوسیوں کو بھی خوشی ہوتی ہے۔ (کتاب الروح: ۲۴)

.....﴿5﴾.....

بشر بن منصور علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ طاعون کے زمانہ میں ایک شخص گورستان آتا جاتا تھا، جنازوں میں شریک ہوتا تھا اور شام کے وقت قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتا تھا، اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت دور فرمائے، تمہاری غربت پر رحم فرمائے، تمہاری برائیوں سے درگزر فرمائے اور تمہارے نیک اعمال قبول فرمائے، اس کا بیان ہے کہ ایک دن قبرستان نہیں گیا اور گھر آ گیا، شب کا خواب میں کیا دیکھتا ہوں، حدنگاہ تک لوگ ہی لوگ ہیں، میں نے پوچھا تم کون ہو؟ بولے ہم قبرستان والے ہیں، پوچھا کیا کام ہے؟ کہنے لگے تم نے شام کو گھر جاتے وقت اپنے ہدیہ کا ہمیں عادی بنا دیا ہے، میں نے پوچھا کیسا ہدیہ؟ بولے دعائیں جو تم ہمارے لیے مانگا کرتے ہو، میں نے کہا: اچھا تو میں دعائیں مسلسل مانگتا رہوں گا، فرماتے ہیں کہ دوبارہ میں نے کبھی مانگہ نہیں کیا۔ (ایضاً: ۲۴)

.....﴿6﴾.....

ایک دفعہ سلیم بن عمیر کا ایک قبرستان سے گزر ہوا، زور کا پیشاب آ رہا تھا اور اسے ضبط کیے ہوئے تھے، کسی دوست نے کہا کہ کسی قبر کے گھرے میں پیشاب کر لیجئے، رو کر بولے، سبحان اللہ! اللہ کی قسم مجھے زندوں کی طرح مردوں سے بھی حیا آتی ہے، اگر مردوں کو شعور نہ ہوتا تو کیوں شرماتے؟ (مندرجہ بالا تمام روایات کتاب القبور کی ہیں) ابو ایوب کا کہنا ہے کہ زندوں کے عمل مردوں پر پیش کیے جاتے ہیں، اگر اچھے ہوتے ہیں تو وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں ورنہ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! انھیں بڑے اعمال سے بچا، محمد کا بیان ہے کہ ایک روز عباد بن عباد ابراہیم بن صالح کے ہاں گئے، یہ فلسطین کے حاکم تھے، درخواست کی کہ کچھ نصیحت فرمائیے، فرمایا، کچھ نصیحت کروں اللہ تمہیں نیک بنائے، مجھے خبر ملی ہے کہ زندوں کے عمل ان کے فوت شدہ اعزہ پر پیش کیے جاتے ہیں، اب تم اپنے اعمال پر غور کر لو، جو رسول اللہ ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں، پھر ابراہیم نے اس قدر گریہ کیا کہ ریش تر ہو گئی۔ (ایضاً: ۲۵)

.....﴿7﴾.....

صدقہ بن سلیمان کا بیان ہے کہ میرے والد انتقال کر گئے، میں ان کی قبر پر آیا تو اپنے کیے پر شرمندہ ہوا، پھر مجھے نیند آ گئی تو میں نے انھیں خواب میں دیکھا فرما رہے ہیں کہ بیٹا! میں تم سے بہت خوش ہوں، تمہارے عمل ہم پر پیش کیے جاتے اور نیک ہوتے تھے، اس دفعہ میں ان سے سخت شرمندہ ہوا، مجھے میرے ہمسایوں میں ذلیل نہ کرو، خالد کہتے ہیں کہ پھر میں نے صدقہ سے سنا (یہ کوفہ میں میرے پڑوسی تھے) کہ صبح کو یہ دعا مانگا کرتے تھے، اے نیکوں

کی اصلاح کرنے والے اے گمراہوں کو سیدھی راہ پر لانے والے اور نہایت مہربان اللہ! مجھے ناقابل شکست توبہ کی توفیق عطا فرما، اس موضوع پر آثار صحابہ کا کافی مواد ہے، عبد اللہ بن رواحہ کے بعض انصاری عزیز یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ میں ایسے اعمال سے پناہ مانگتا ہوں جن کی وجہ سے عبد اللہ کو شرمندگی ہو اور میں ان کی نظر میں گر جاؤں، آپ (عبد اللہ کی شہادت کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے) لفظ زیارت ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو زیارت کی خبر ہو جاتی ہے، کیونکہ اگر زیارت کے لیے جانے والوں کو زیارت کرنے والوں کا علم نہ ہوتا تو ان کے متعلق یہ کہنا کہ فلاں نے فلاں کی زیارت کی غلط ہے، تمام لوگوں کے نزدیک زیارت کا عقلی معنی یہی ہے، اس کے علاوہ سلام سے بھی انکے شعور کا پتہ چلتا ہے کیونکہ جنہیں سلام کرنے والوں کا شعور و علم نہ ہو ان پر سلام کرنا بے فائدہ ہے حالانکہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو قبرستان میں داخل ہوتے وقت یہ دعا سکھائی ہے: سلام علیکم اهل الدیار من المومنین و المسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون یرحم اللہ المستقدمین منا و منکم و المستأخرین نسال اللہ لنا و لکم العافیة۔

اے ان گھروں کے مومن اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ہم تم میں سے آگے جانے والوں اور پیچھے رہنے والوں پر رحم فرمائے، ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت کے خواستگار ہیں، یہ سلام اور یہ خطاب سننے والے موجود و مخاطب کے لیے ہے، جو سلام کا جواب دے، یعنی سلام کرنے والا اس کا جواب نہ سن سکے، اگر کوئی مردوں کے نزدیک نماز پڑھتا ہے تو وہ اسے دیکھتے ہیں اور انھیں نماز کی خبر ہو جاتی ہے، اور اس پر نماز

کے سبب رشک کرتے ہیں، ابو عثمان عبدالرحمن ہندی فرماتے ہیں، ایک روز ابن ساس ایک جنازے کے ساتھ تھے، عام سے کپڑے پہن رکھے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قبر کے پاس دو رکعت نماز ادا کی، پھر میں اس سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، اللہ کی قسم میرا دل بیدار تھا، قبر میں سے آواز آئی یہاں سے ہٹ جاؤ، مجھے تکلیف نہ دو، تم لوگوں کو عمل کا موقع میسر ہے، لیکن یہاں کے احوال سے بے خبر ہو، اور ہمیں حالات کا علم ہے، مگر عمل سے مجبور ہیں، مجھے تمہاری دو رکعتیں فلاں فلاں شے سے زیادہ محبوب ہیں، دیکھو! اس قبر والے کو معلوم ہو گیا کہ کوئی اس کی قبر پر ٹیک لگائے ہوئے ہے اور اس کی نماز کا بھی علم ہو گیا، ابو قلابہ کا بیان ہے کہ میں شام سے بصرہ آیا اور ایک جگہ قیام کیا، رات میں دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، خواب میں صاحب قبر کو دیکھا، شکایت کر رہے ہیں کہ آج رات تم نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، پھر فرمایا کہ تم عمل کرتے ہو اور حالات سے بے خبر ہو اور ہم حالات سے آگاہ ہیں مگر عمل سے محروم ہیں، پھر فرمایا، تم نے جو دو رکعت نماز پڑھی یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو اچھا بدلہ عطا فرمائے، ہماری جانب سے انھیں سلام کہنا، ان کی دعا سے ہمیں پہاڑوں جتنا نور میسر آتا ہے، زید بن وہب سے روایت ہے کہ میں ایک قبرستان گیا، اتنے میں ایک شخص نے آکر قبر برابر کی، پھر میرے پاس آکر بیٹھ گیا، میں نے پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ بولا میرے بھائی کی، میں نے کہا آپ کے سگے بھائی کی، بولا: نہیں، دینی بھائی کی، میں نے انھیں خواب میں دیکھا، پوچھا الحمد للہ آپ تو زندہ ہیں، فرمایا: الحمد للہ رب العالمین جو آیت آپ نے پڑھی اگر میں اسے پڑھ سکتا تو یہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھی، پھر فرمایا کہ تمہیں خبر نہیں جس جگہ مسلمانوں نے مجھے دفن کیا تھا

فلاں نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی، کاش میں یہ دو رکعت پڑھ سکتا، یہ دنیا اور دنیا کے تمام مرتبہ سے پیاری ہیں۔

مطرب سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم موسم بہار میں تفریح کو نکلے، ہمارے راستے میں ایک قبرستان پڑتا تھا، ہم نے سوچا کہ جمعہ کے روز اس میں جائیں گے، آخر جمعہ کے دن ہم اس میں گئے تو ایک جنازہ دیکھا، میں نے سوچا اس جنازے میں بھی شامل ہو جاؤں، آخر میں اس میں شامل ہو گیا، پھر میں قبر کے قریب ہی ایک گوشے میں بیٹھ گیا، پھر میں نے ہلکی دو رکعت نماز پڑھی، دل کہہ رہا تھا کہ دو گانہ کا حق ادا نہ ہوا، پھر مجھے اونگھ آگئی، خواب میں صاحب قبر کو دیکھا، فرمایا کہ تم نے دو گانہ ادا کیا جس کا تمہارے نزدیک حق ادا نہ ہو سکا، میں نے کہا، ٹھیک ہے، فرمایا، تمہیں عمل کا موقع ہے حالات سے بے خبر ہو، اور ہمیں حالات کا علم ہے، مگر عمل کا موقع میسر نہیں، اگر میں تمہارے دو گانہ پر قدرت رکھتا تو مجھے یہ دنیا کی تمام دولت سے پیارا تھا، میں نے پوچھا، یہاں کون ہے؟ فرمایا تمام مسلمان ہیں اور تمام خیر و سعادت والے ہیں، پوچھا سب سے بلند درجہ والا کون ہے؟ انھوں نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا، میں نے اللہ سے دعا مانگی اے اللہ! اسے میرے پاس بھیج دے کہ میں اس سے کچھ باتیں کر لوں، اتنے میں اس قبر میں ایک نوجوان نمودار ہوا، میں نے پوچھا کیا آپ سب سے افضل ہیں؟ بولا لوگ تو یہی کہتے ہیں، میں نے پوچھا آپ کیا عمل کرتے تھے؟ عمر تو کچھ ایسی ہے نہیں کہ یہ رائے قائم کر سکوں کہ بہت زیادہ حج اور عمرے کیے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہوگا، اور بڑے بڑے عمل کیے ہوں گے، بولا میں دنیا میں مصیبتوں میں گرفتار رہتا تھا اور صبر کرتا تھا، اسی باعث میرا مقام سب سے بلند ہے۔

(کتاب الروح: ۲۶) اگرچہ مندرجہ بالا خواب اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے دلیل نہیں لیکن اس موضوع پر خواب لاتعداد ہیں اور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا: میری رائے میں تمہارے خواب اس بات پر متفق ہیں کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے، معلوم ہوا کہ کسی مسئلہ پر مومنوں کے خوابوں کا ایک جیسا ہونا ان کی روایت و رائے کے قائم مقام ہے اور اللہ کے ہاں بھی وہ چیز اچھی یا بری ہے جو ان کے نزدیک اچھی یا بری ہے، اس کے علاوہ یہ مسئلہ دلیلوں سے بھی ثابت کیا گیا ہے، خوابوں کے واقعات تو شہادت کے طور پر ہیں۔ (ایضاً: ۲۷)

..... ﴿8﴾

سلف کی ایک جماعت سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ دفنانے کے بعد ان کی قبر کے پاس تلاوت قرآن پاک کی جائے، عبدالحق سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے حکم کیا تھا کہ ان کی قبر پر سورہ بقرہ کی تلاوت کی جائے، معلیٰ بن عبد الرحمن کی بھی یہی رائے تھی، امام احمد شروع میں تو قائل نہ تھے کیونکہ یہ اثر انہیں نہیں پہنچا تھا مگر بعد میں قائل ہو گئے تھے، علا بن جراح سے مروی ہے کہ میرے والد نے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے قبر میں دفن کرنا اور اس میں اتار تے وقت بسم اللہ و علیٰ سہ رسول اللہ پڑھنا اور مٹی ڈال کر قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی شروع والی آیتیں پڑھنا کیونکہ میں نے ابن عمر کو یہی فرماتے سنا ہے۔ (کتاب الروح: ۲۸) عباس دوری سے منسوب ہے کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ قبر پر قرأت سے متعلق کوئی روایت محفوظ ہے؟ فرمایا: نہیں اور جب یحییٰ بن معین سے پوچھا تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی: علی بن موسیٰ الجداد سے روایت ہے کہ میں احمد بن حنبل اور محمد بن قدامة کی معیت میں ایک جنازے میں شریک تھا،

دفنانے سے فراغت پر ایک نابینا قبر کے پاس قرأت کرنے لگا، امام احمد نے فرمایا: قبر کے پاس قرأت بدعت ہے، پھر جب ہم قبرستان سے نکلے تو بن قدامة نے امام احمد سے فرمایا: آپ مبشر حلبی کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ثقہ ہیں، کہا آپ نے ان سے کچھ روایات لکھیں، ہیں فرمایا: ہاں، میں نے کہا مجھے مبشر نے عبد الرحمن بن العلا بن الجلاح سے، انہوں نے اپنے باپ سے خبر دی کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ دفن کرنے کے بعد ان کے سرہانے بقرہ کا ابتدائی اور آخری رکوع پڑھا جائے اور فرمایا کہ میں نے ابن عمرؓ سے سنا تھا کہ آپ نے بھی یہی وصیت کی تھی، پھر ان سے امام احمد نے کہا کہ جا کر اس نابینا سے کہ دو کہ قرأت کرے۔ (ایضاً)

..... ﴿9﴾

پرانے زمانے سے اب تک یہ رواج چلا آرہا ہے کہ قبر میں مردہ کو تلقین کی جاتی ہے، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردہ سنتا ہے اور تلقین سے استفادہ کرتا ہے، ورنہ تلقین بے فائدہ ہو جاتی ہے، اس سلسلے میں امام احمد سے پوچھا گیا تو انہوں نے تلقین اچھی سمجھی اور لوگوں کے عمل سے دلیل پکڑی، اس ضمن میں معجم طبرانی میں ابو امامہ والی ایک ضعیف حدیث بھی آئی ہے کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا کہ مردے پر مٹی ڈالنے کے بعد ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر صاحب قبر کو اس کا نام مع اس کی والدہ کا نام لے کر پکارے (کیونکہ وہ سنتا ہے مگر جواب نہیں دے سکتا) پھر دوسری دفعہ نام لے کر پکارے تو وہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا، پھر تیسری دفعہ نام لے کر پکارے گا تو وہ اس کا جواب دے گا لیکن تم اس کا جواب سن نہ پاؤ گے، کہیے، اللہ پاک تم پر رحم فرمائے، ہماری راہنمائی سے فائدہ اٹھاؤ، پھر کہیے کہ تم جس اقرار

توحید و رسالت پر دنیا سے رخصت ہوئے وہ یاد کرو یعنی ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ذہن میں رکھو اور یہ بھی کہ تم اللہ رب العالمین سے، دین اسلام سے، محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور قرآن کے راہنما ہونے سے راضی تھے، یہ تلقین سن کر منکر نکیر ٹل جاتے ہیں اور کہتے ہیں آؤ واپس چلو، اس کے پاس ہمیں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، اسے اس کی حجت یاد کرا دی گئی اور اس کے درمیان جھگڑنے کے لیے اللہ اور اس کا رسول آگیا، ایک شخص نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی کو قبر والے کی ماں کا نام یاد نہ ہو؟ فرمایا، ایسی صورت میں اس کی ماں حوا کا نام لے لے، یہ حدیث گواہ ثابت نہیں لیکن تمام شہروں میں اور ہر دور میں بلا انکار مستقل اس پر عمل جاری ہے اور یہی بات اس پر عمل کرنے کے لیے کافی ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ روئے زمین کی امت جو اپنی عقل اور وسیع معلومات میں کامل ترین ہے ایسوں سے خطاب کرنے پر متفق ہو جائے جو نہ سن سکتے ہوں اور نہ سمجھ سکتے ہوں اور اسے اچھا سمجھے اور اس کا کوئی انکار نہ کرے بلکہ پہلے آئندگان کے لیے سنت جاری کر جائیں اور اس بات میں پچھلے رفتگان کے نقوش قدم پر چلیں، اگر مخاطب میں سننے اور سمجھنے کی استعداد نہ ہو تو یہ خطاب ایسا ہے جیسے کوئی مٹی، لکڑی، پتھر اور معدوم شے سے خطاب کرتا ہے، ایسے خطاب کو گو کوئی بے وقوف اچھا جانے مگر تمام علما تو اچھا نہیں جان سکتے۔ (ایضاً)

ایک مرتبہ رحمۃ اللعالمین ﷺ کسی جنازے میں شریک ہوئے، دفن کرنے کے بعد آپ نے فرمایا اپنے بھائی کی ثابت قدمی کی دعائیں مانگو، کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے (ابوداؤد مناسب سند کے ساتھ) معلوم ہوا کہ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ تلقین بھی سنتا ہے، یہ بات بھی صحیح حدیث سے ثابت

ہے کہ صاحب قبر واپس ہونے والوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔

ایک صالح آدمی کا بیان ہے کہ میرا بھائی فوت ہو گیا، میں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جب تمہیں دفن کر دیا گیا تو کیا واقعات پیش آئے؟ بولا آنے والا میرے پاس ایک آگ کا شعلہ لے کر آیا، اگر دعا کرنے والے میرے لیے دعا نہ کرتے ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔

شمیب بن شیبہ سے روایت ہے کہ مرتے وقت میری والدہ نے یہ مجھے وصیت کی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد میری قبر کے نزدیک رک کر کہنا، اے ام شمیب! لا الہ الا اللہ پڑھو، فرماتے ہیں، پھر دفن کرنے کے بعد میں نے ان کی قبر کے پاس رک کر ان کی وصیت پر عمل کیا، رات کو انہیں خواب میں دیکھا، فرما رہی ہیں اگر لا الہ الا اللہ مجھے نہ سنبھالتا تو میں ہلاک ہو جاتی، شاباش بیٹا، تم نے میری وصیت یاد رکھی۔

تماضر بنت سہل ایوب بن عینیہ کی بیوی سے مروی ہے کہ میں نے سفیان بن عینیہ کو خواب میں دیکھا، فرما رہے ہیں کہ اللہ پاک میرے بھائی ایوب کو اچھا صلہ دے، وہ میری کثرت سے زیارت کرتے ہیں، آج بھی وہ میرے پاس آئے تھے، ایوب بولے ہاں آج بھی میں قبرستان گیا تھا اور سفیان کی قبر پر بھی گیا تھا (ابن ابی الدنیا) صعب و عوف دونوں ایک دوسرے کو بھائی گردانتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ ہم میں سے جو پہلے فوت ہو جائے گا تو پھر بھی یہی آپس کی محبت ختم نہ ہوگی اور خواب ہی میں ملاقات ہو جایا کرے گی، پہلے صعب فوت ہو گئے، عوف نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ آئے ہیں، عوف کا بیان ہے میں نے پوچھا بھائی جان آپ کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے؟ بولے مصائب کے

بعد ہمیں مغفرت مل گئی، میں نے ان کی گردن میں ایک سیاہ داغ دیکھا، پوچھا یہ سیاہ دھبہ کیا ہے؟ فرمانے لگے یہ دس دینار ہیں جو میں نے فلاں یہودی سے ادھار لیے تھے، وہ میرے پاس جو سینک تھا اس کے اندر ہیں، انھیں نکال کر اسے دے دو، میرے گھر میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں ان سب کی خبر مجھے مل جاتی ہے، حتیٰ کہ آج سے کچھ دن پہلے ہماری بلی مر گئی تھی اس کی خبر بھی مل گئی، دیکھو میری بچی چھ دن کے بعد فوت ہو جائے گی، اس لیے اس کی خاطر و مدارت کرو، صبح کو میں ان کے گھر گیا، گھر والے مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اور شکوہ کیا کہ آپ کا اپنے بھائی کے پسماندگان کے ساتھ یہی سلوک رہ گیا ہے کہ صعب کی وفات کے بعد آج آپ نے شکل دکھائی ہے، میں نے معذرت کی پھر سینک اتروایا، اس میں سے ایک تھیلی نکلی جس میں دینار تھے پھر میں نے یہودی کو بلا کر پوچھا تمہارا صعب پر کچھ قرضہ تو نہ تھا؟ بولا اللہ ان پر رحم فرمائے وہ اللہ کے رسول کے بڑے اچھے صحابی تھے، جو کچھ قرض تھا میں نے انہیں معاف کر دیا، میں نے کہا بتاؤ کتنا قرض تھا، بولا دس دینار تھے، میں نے دس دینار اسے دے دیئے، فرماتے ہیں میں نے دل میں سوچا خواب کی ایک بات تو سچی ہوئی، پھر میں نے گھر والوں سے پوچھا کیا صعب کے انتقال کے بعد کچھ نئے واقعات پیش آئے ہیں؟ گھر والوں نے بتایا کہ فلاں فلاں واقعہ پیش آیا ہے، یہاں تک کہ بلی کی موت کا واقعہ بھی بتایا، فرماتے ہیں میں نے دل میں کہا دو باتیں سچی ہو گئیں، پھر میں نے پوچھا میری بھتیجی کہاں ہے؟ بولے لکھیل رہی ہے، میں نے اس کے پاس جا کر اسے چھو تو جسم گرم تھا اور اسے بخار تھا، میں نے کہا کہ اس کی تم دیکھ بھال کرو، پھر وہ چھ دن کے بعد مر گئی۔ (ایضاً)

﴿10﴾

یہ بھی ایک اہمیت کا حامل بڑا عظیم مسئلہ ہے، روحوں کی دو اقسام ہیں۔

(۱) سچین والی روحیں (۲) علیین والی روحیں

سچین والی روحیں تو عذاب میں ماخوذ ہیں، انہیں ہلنے چلنے کی فرصت کہاں لیکن جو راحت والی اور آزاد ارواح ہیں وہ باہم ملتی جلتی ہیں اور دنیا میں ان پر جو واقعات گزر رہے ہیں انہیں یاد کرتی ہیں اور ان واقعات پر بھی بات چیت کرتی ہیں جو اہل دنیا کو پیش آتے رہتے ہیں۔

ہر روح اپنی رفیق اور ہم مثل عمل والی روح کے ساتھ ملتی جلتی ہے، اسی لیے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح رفیق اعلیٰ میں ہے، فرمایا: ”ومن يطع الله ورسوله“ اور جو اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ کا انعام ہے، یعنی انبیاء، صدیق، شہداء اور نیک حضرات کے ساتھ اور جو بہترین رفیق ہیں، مل جل کر رہنا دنیا میں بھی پایا جاتا ہے اور عالم برزخ اور آخرت میں بھی پایا جائے گا اور تینوں گھروں میں انسان اپنے رفقا کے ساتھ رہتا ہے۔

مسروق سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے رحمۃ للعالمین ﷺ سے کہا: ہم کو دنیا میں ایک ٹالپے کے لیے بھی آپ سے الگ ہونا گوارا نہیں، لیکن دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آپ کا مقام ہم سے اونچا ہوگا اور ہم آپ کو دیکھنے کو ترسیں گے، اس پر آیت مذکورہ بالا اتری۔ (کتاب الروح: ۳۷)

﴿11﴾

عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ ارواح مرنے والے کی روح کو خوش آمدید کہتی ہیں اور اس سے اپنے اعزہ کی خبریں پوچھتی ہیں جیسے کوئی پردیسی اپنے

عزیزوں کی آنے جانے والوں سے خبریں پوچھا کرتا ہے کہ فلاں فلاں کا کیا حال ہے؟ اگر آنے والی روح کہتی ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور انکے پاس آیا تو نہیں تو ارواح کہتی ہیں کہ اسے اس کی ماں ہاویہ کے پاس پہنچا دیا گیا۔

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو جیسے غائب کا استقبال کیا جاتا ہے اسی طرح اس کا اس کے والد استقبال کرتے ہیں، عبید بن عمیر سے روایت کیا گیا ہے کہ اگر میں اپنے گھر والوں کی ارواح کی ملاقات سے مایوس ہوتا تو انتہائی غم کے باعث مرجاتا، رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا کہ قبض کیے جانے کے بعد مومن کی روح کا اللہ والے کے پاس والے رحمت کے ملائکہ اس طرح استقبال کرتے ہیں جیسے دنیا میں خوشی سنائے جانے والے کا استقبال کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ ذرا اپنے بھائی کو دم لے لینے دو، کیونکہ یہ سخت اضطراب میں تھے، پھر اس سے نام لے لے کر پوچھتے ہیں کہ فلاں مرد یا فلاں عورت کا کیا حال ہے؟ کیا فلاں عورت کی شادی ہو گئی؟ پھر جب اس سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جو اس سے پہلے انتقال کر چکا ہے تو یہ جواب دیتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے فوت ہو چکے، پھر یہ ارواح ”انا للہ“ پڑھ کر کہتی ہیں کہ اسے اس کی ماں ہاویہ کی طرف لے جایا گیا، ماں بھی انتہائی بدترین ہے اور اس کی آغوش میں جانے والا بھی۔ (ایضاً: ۳۱)

﴿12﴾.....

اس کے دلائل لاتعداد ہیں اور حس و واقعات سب سے بڑے شاہد ہیں کہ زندوں اور مردوں کی ارواح میں اسی طرح ملاقات ہوتی ہے جس طرح

زندوں کی ارواح باہم ملتی جلتی ہیں، فرمایا: ”اللہ یتوفی الا نفس حین موتھا الخ“ اللہ موت کے وقت روحوں قبض کرتا ہے اور نیند کے دوران ان کی ارواح کو جب کہ ابھی موت نہیں آئی، پھر جن پر موت کا حکم فرما چکا انھیں روک لیتا ہے اور دوسری ارواح کو ایک مقررہ مدت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ (زمر: ۴۲)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ خواب میں زندوں اور مردوں کی ارواح ملتی ہیں اور ایک دوسرے سے پوچھتی ہیں، پھر اللہ مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو چھوڑ دیتا ہے، سدی سے مروی ہے کہ اللہ نیند کی حالت میں بھی روحوں قبض کر لیتا ہے، پھر زندوں اور مردوں کی روحوں مل کر ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور مذاکرہ کرتی ہیں پھر زندوں کی روحوں ان کے جسموں کی طرف دنیا میں لوٹا دی جاتی ہیں، مگر مردوں کی روحوں جب اپنے جسموں کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرتی ہیں تو انھیں روک دیا جاتا ہے، اس آیت کا ایک مطلب تو یہ ہوا کہ جو مرنے والا اس کی روح روک لی جاتی ہے اور جو زندہ ہے اس کی روح جس کو نیند میں قبض کیا گیا تھا واپس آنے دیا ہے اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ روکی ہوئی اور چھوڑی ہوئی دونوں قسم کی روحوں زندوں ہی کی ہیں، پھر جس کی مقررہ مدت پوری ہو چکی اس کی روح روک لی جاتی ہے اور قیامت سے پہلے جسم کی طرف نہیں لوٹائی جاتی اور جس کا وقت پورا نہیں ہوا اسے اس کے جسم کی طرف معینہ مدت پوری کرنے کے لیے لوٹا دیا جاتا ہے، شیخ الاسلام نے یہی مفہوم پسند فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اسی پر قرآن وحدیث دونوں دلالت کرتے ہیں کیونکہ اللہ نے جن ارواح کو نیند والی وفات دی ہے ان میں سے جن پر موت کا فیصلہ فرمایا ہے اسی کے روکنے کا حکم فرمایا ہے، یہ وہ ارواح جنہیں موت کے وقت قبض کیا جاتا ہے انہیں نہ

روکنے کا حکم ہے اور نہ ہی چھوڑنے کا، بلکہ یہ تیسری قسم کی ارواح ہیں لیکن ترجیح پہلا مفہوم کو ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو وفاتیں بیان کیں، وفات کبریٰ (موت) اور وفات صغریٰ (نیند) اور روحوں کی دو اقسام بیان فرمائیں ایک تو وہ قسم جس پر موت کا حکم صادر ہو چکا، انہیں تو اللہ نے اپنے پاس روک لیا اور وفات عطا فرمادی اور ایک وہ قسم جس کی ابھی معینہ مدت باقی ہے، انہیں اللہ نے تکمیل عمر کے لیے ان کے جسم کی طرف لوٹا دیا اور محولہ بالا وفاتوں کے دو حکم (روکنا اور چھوڑنا) بیان فرمائے اور بتایا کہ زندہ وہ روح ہے جسے نیند والی وفات دی گئی ہے، اگر وفات کی صرف دو اقسام (وفات موت، نیند والی وفات) ہوتیں تو ”السی لم تمت فی منامھا“ لانے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ یہ قبض ہی کے وقت سے مر جاتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ نہیں مری، تو پھر ”فیمسک التی قضی علیھا الموت“ کیسے درست ہو سکتا؟ جواب دینے والا یہ جواب دے سکتا ہے کہ نیند والی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے موت کا فیصلہ فرمایا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ آیت وفات کی دونوں قسموں کو شامل ہے، کیونکہ اس میں دو وفاتوں (نیند والی وفات اور وفات موت) کا بیان ہے، پھر مرنے والے کی روح کو روکنے اور دوسری روح کو چھوڑنے کا ذکر ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مرنے والے کی روح روک لیتا ہے چاہے وہ سوتے سوتے مر جائے یا جاگتے میں اور زندوں و مردوں کی روحوں کے ملنے کا یہ ثبوت بھی ہے کہ زندہ حضرات خواب میں مردوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے حالات دریافت کرتے ہیں اور مردے نامعلوم حالات بتاتے ہیں جن کا مستقبل میں بعینہ ظہور ہو جاتا ہے اور کبھی ماضی میں بھی ہو چکا ہوتا ہے، کبھی مرنے والا اپنا دفن کیا ہوا مال بتاتا ہے جس کی اس کے علاوہ کسی کو خبر نہیں ہوتی اور کبھی اپنے قرض کی

زبان میری ہے بات ان کی

اطلاع کرتا ہے (کہ میں نے فلاں کا قرض ادا کرنا ہے) اور اس کے قرائن بھی بیان کرتا ہے، کبھی ایسے عمل کی خبر دیتا ہے جس کی اس کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی، کبھی یہ بتاتا ہے کہ ہمارے پاس فلاں فلاں وقت میں آؤ گے اور اس کی خبر سچ ثابت ہو جاتی ہے کبھی ایسی باتوں کی خبر دیتا ہے جن کے بارے میں زندوں کو یقین ہوتا ہے کہ انہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (کتاب الروح: ۴۳)

.....﴿13﴾.....

مجھ سے بہت سے ان لوگوں نے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ کے معتقد نہ تھے، بیان کیا کہ انہوں نے شیخ ابن تیمیہ کو خواب میں دیکھا اور فرانس کے مشکل مسائل شیخ ابن تیمیہ سے پوچھے اور شیخ نے انہیں حل بتادیا، بہر حال اس کا وہی انکار کر سکتا ہے جو ارواح کے حالات و احکام سے ناواقف ہے۔ (کتاب الروح: ۶۵)

.....﴿14﴾.....

ہمارے شیخ احمد بن عمرو کا بیان ہے کہ یہ مشکل انشاء اللہ اس بیان سے حل ہو جائے گی کہ موت عدم نہیں بلکہ مکان منتقل کرنا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ شہید قتل و موت کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور دنیا کے دوست اور قریبی رشتہ داروں سے بھی خوش ہوتے ہیں، پھر جب شہداء کی برزخی زندگی ہے تو انبیا سب سے پہلے اس کے حق دار ہیں، مزید برآں رحمۃ للعالمین ﷺ سے ثابت ہے کہ زمین انبیا کے اجسام نہیں کھاتی اور یہ بھی کہ شب اسرا میں آپ بیت المقدس میں نبیوں کے اجتماع میں شریک ہوئے اور آسمان میں بھی نبیوں سے ملاقات ہوئی خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور یہ بھی کہ آپ نے فرمایا جو مسلمان مجھے سلام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سلام کا جواب

زبان میری ہے بات ان کی

دینے کے لیے میری روح مجھے واپس کر دیتا ہے، ان تمام باتوں سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ انبیاء برزخی زندگی سے زندہ ہیں۔ (ایضاً)

.....﴿15﴾.....

”وما انت بمسمع من فی القبو“ آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں، سے بھی استدلال غلط ہے، کیونکہ سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ جس کافر کا دل مردہ ہے آپ اسے اس طرح نہیں سنا سکتے کہ جیسے آپ کی باتوں سے قبر والے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں ہے کہ قبر والے کسی وقت سن ہی نہیں سکتے، کیونکہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ مردہ جنازے میں شریک ہونے والوں کے جو توں کی آہٹ سنتا ہے اور یہ بھی بتایا کہ بدر کے مقتول آپ کی باتیں سن رہے ہیں اور آپ نے خطاب کے صیغے کے ساتھ مردوں پر سلام مسنون فرمایا اور بتایا کہ جو مومن ان پر سلام کرتا ہے وہ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اس آیت کی ایک مثل ملاحظہ کیجئے۔ فرمایا: ”انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الخ“ آپ اپنی دعوت مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو جبکہ وہ پیٹھ موڑ کر جا رہے ہوں، کہا جاتا ہے کہ بہروں کو سنانے کی نفی، مردوں کو سنانے کی نفی کے ساتھ لانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی میں بھی سننے کی طاقت نہیں اور ان کے دل چونکہ مردہ اور بہرے ہیں اس لیے انہیں سنانا فضول ہے اور ان سے خطاب ایسا ہے جیسا کہ مردوں اور بہروں سے خطاب ہوتا ہے، ہم مانتے ہیں کہ یہ مطلب صحیح ہے لیکن ان سے مرنے کے بعد زجر و توبیخ کے لیے روحوں کو جبکہ کسی وقت ان کے اجسام سے ایک قسم کا تعلق ہو سنانے کی مخالفت ثابت نہیں ہوتی، یہ سنانا منفی سنانے کے علاوہ ہے، حقیقت میں

زبان میری ہے بات ان کی

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ سنانا نہ چاہے آپ اسے سنا نہیں سکتے آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ (ایضاً: ۸۳)

.....﴿16﴾.....

ابن حزم کا یہ قول کہ منہال ابن عمرو اس زیادتی (روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے) میں تنہا ہیں، غلط ہے، اول تو منہال عادل وثقہ ہیں، ابن معین و عجل نے انہیں ثقہ بتایا ہے، ان پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ ان کے گھر سے گانے کی آواز سنی گئی، اس سے ان کی روایت میں رد و قدح لازم نہیں آتا، ابن حزم نے انہیں جو ضعیف کہا ہے وہ کچھ نہیں، کیونکہ انہوں نے سوائے تفرد کے ضعف کی کوئی دلیل نہیں دی جبکہ منہال منفرد نہیں ہیں، یہ زیادتی اور راوی بھی بیان کرتے ہیں بلکہ دوسرے راویوں نے تو اس جیسے یا اس سے زیادہ سخت الفاظ روایت کیے ہیں مثلاً مردے کی طرف اس کی روح واپس کر دی جاتی ہے، روح اس کی قبر کی طرف لوٹی ہے پھر وہ اٹھ بیٹھتا ہے، منکر نکیر اسے بٹھاتے ہیں، اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے، یہ تمام صحیح احادیث ہیں اور ان میں کوئی الزام نہیں، کچھ نے ان میں یہ عیب نکالا ہے کہ براء سے زاذان کا سماع ثابت نہیں، مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ ابو عوانہ اسفرائینی اپنی صحیح میں جو روایت لائے ہیں اس میں سماع کی وضاحت ہے، زاذان فرماتے ہیں کہ میں نے براء سے سنا، حافظ عبد اللہ بن مندہ کا بیان ہے کہ یہ متصل و مشہور سند ہے اور اسے براء سے ایک جماعت روایت کرتی ہے، اگر ہم بفرض محال براء والی حدیث کو چھوڑ بھی دیں تو دوسری صحیح حدیثوں میں اس کی تفصیل موجود ہے، مثلاً ابو ہریرہؓ والی حدیث میں ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ مرنے والے کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اگر نیک ہوتا ہے تو فرشتہ موت کہتا ہے،

زبان میری ہے بات ان کی

اے پاک روح! جو پاکیزہ جسم میں ہے نکل تعریفوں کے حال میں نکل اور آرام و روزی اور رب کی رضا سے خوش ہو جا، آخر روح نکل آتی ہے۔ (ایضاً)

.....﴿17﴾.....

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح و متواتر حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ سوال کے وقت روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، بغیر روح کے صرف جسم سے سوال کے بھی کچھ لوگ قائل ہیں مگر اکثر اس کا انکار کرتے ہیں، کچھ کے نزدیک صرف روح سے سوال ہوتا ہے جسم سے نہیں، جیسا کہ ابن حزم وغیرہ کی رائے ہے مگر دونوں باتیں غلط ہیں، اگر سوال صرف روح سے ہوتا ہے تو روح کے لیے قبر کی خصوصیت نہ ہوتی، اس مسئلہ کی وضاحت ایک دوسرے مسئلہ کے جواب سے بھی ہوتی ہے، مطلب ہے کیا قبر کا عذاب و ثواب روح و جسم پر ہے یا صرف روح پر ہے یا صرف جسم پر ہے؟ شیخ الاسلام سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا، آپ نے جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے، اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب و ثواب روح و جسم دونوں پر ہے۔ (کتاب الروح: ۸۷)

.....﴿18﴾.....

اللہ تعالیٰ نے تین ہی گھر بنائے ہیں دنیا، برزخ اور آخرت اور ہر گھر کے مخصوص احکام بنائے ہیں اور انسانوں کو جسم و روح سے مرکب فرمایا ہے، دنیا کے احکام اجسام پر جاری ہیں اور روحیں ان کے تابع ہیں، اس لیے احکام شرعیہ اقوال و افعال پر جاری ہوتے ہیں، دلی خیالات پر نہیں اور برزخ کے احکام روحوں پر جاری ہوتے ہیں اور جسم ان کے تابع ہوتے ہیں، غور کرو جیسے دینیوی احکام میں روحیں اجسام کے تابع ہیں اور اجسام کی خوشی و تکلیف کا تمہیں احساس

زبان میری ہے بات ان کی

ہوتا ہے، کیونکہ ان کے اسباب کا براہ راست اجسام ہی سے تعلق ہے اور جسموں کے واسطے کے ساتھ ارواح بھی متاثر ہوتی ہیں، ٹھیک اسی طرح برزخ میں راحت و تکلیف کا تعلق براہ راست ارواح سے ہوتا ہے اور ارواح کا واسطہ جسموں سے ہوتا ہے، دنیا میں اجسام ظاہر ہیں اور ارواح پوشیدہ، گویا جسم روحوں کی قبریں ہیں اور برزخ میں ارواح ظاہر ہیں اور اجسام اپنی اپنی قبروں میں پوشیدہ اور گم ہیں، بس برزخ کے احکام براہ راست روحوں پر جاری ہوتے ہیں اور ان کے واسطے سے اجسام بھی متاثر ہوتے ہیں، بس اسی ایک نقطہ کو ذہن میں رکھو تو تمام اعتراض ختم جائیں گے۔ (کتاب الروح: ۱۰۱)

.....﴿19﴾.....

برزخ و آخرت کے معاملات محسوس کرنے اور جاننے سے باہر ہیں، اللہ تعالیٰ نے برزخ و آخرت کے معاملات دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھے ہیں، ان تک حس و سمجھ کی رسائی نہیں، اس کی کمال حکمت کا یہی تقاضا ہے کہ مسلمانوں اور کافروں میں اور ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں فرق ہو جائے، دنیا میں ہی عمر کی آخری گھڑی میں سکرات کے وقت فرشتوں سے سابقہ پڑتا ہے اور دنیا سے جانے والا ہی انہیں دیکھتا ہے، فرشتے اس کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں، اس سے بات چیت کرتے ہیں، ان کے پاس جنت کا یا جہنم کا کفن اور خوشبو یا بدبو ہوتی ہے، یہ بیمار پرسوں کی دعا یا بدعا پر آمین بھی کہتے ہیں، مرنے والے کو سلام بھی کرتے ہیں اور وہ انہیں جواب بھی دیتا ہے، اسی وجہ سے بعض مرنے والوں کو سکرات کے وقت اھلا و سہلا مرحبا آئیے آئیے تشریف لائیے، کہتے ہوئے سنا گیا ہے، ہمارے محترم استاؤ نے بتایا، پتہ نہیں آپ نے دیکھا تھا یا کسی سے سنا تھا کہ ایک مرنے والا کہہ رہا تھا آئیے تشریف رکھیے۔ (ایضاً: ۱۰۳)

زبان میری ہے بات ان کی

(۸) ہدیۃ المہدی کا مطالعہ

کتاب ہذا کے مصنف علامہ وحید الزماں اہل علم حضرات کے نزدیک محتاج تعارف نہیں، موصوف ایک بھرپور علمی شخصیت کے مالک اور غیر مقلد وہابی کی حیثیت سے مشہور ہیں، انہوں نے صحاح ستہ اور دیگر متعدد کتابوں کے تراجم کا شرف حاصل کیا جن پر غیر مقلدین کو ناز ہے، انہوں نے اس کتاب میں وہابیہ کے مقتدایان اعظم ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی وغیرہ کی تعلیمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور متعدد بار اس جملہ کی بھی تکرار کی ہے کہ اس کتاب سے ہمارا مقصد اپنے الٰہیہ بھائیوں کی مدد کرنا اور انہیں بدعتیہ کی پیروی سے بچانا ہے، اس کتاب میں بہت سے اقتباسات ایسے بھی مندرج ہیں جن سے اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کی تصدیق ہوتی ہے اور بات بات پر شرک و کفر کے فتوؤں کی تکذیب ہوتی ہے، یہ کتاب ابتدا سے انتہا تک علامہ موصوف کے غیر مقلد ہونے پر شاہد عادل ہے لہذا غیر مقلدین کو ان کی تحقیقات کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات پر تیشہ زنی کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، اگر اس بات کا حوصلہ نہیں رکھتے تو علامہ موصوف کو بھی اسی جرم کا مرتکب سمجھنا چاہیے جس میں ان کے نزدیک اہل سنت و جماعت ملوث ہیں تاکہ عدل و انصاف کا تقاضا پورا ہو جائے، ہدیۃ المہدی کے بہت سے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

شاید کہ اتر جائے کسی دل میں میری بات

.....﴿1﴾.....

سوائے اس کے کہ ہمارے بعض الٰہیہ بھائی دین میں غلو کرتے ہیں

زبان میری ہے بات ان کی

اور مشرکوں اور مومنوں میں تمیز نہیں کرتے اور مجتہدین کے درمیان اختلافی مسائل میں شدت اور سختی اختیار کرتے ہیں، ان میں سے کچھ لوگ اصول دین کے علم سے التزام نہیں کرتے اور جو ظن و تخمین سے ظاہر ہوتا ہے اسے بیان کر دیتے ہیں، پس مجھے میرے پروردگار نے الہام کیا کہ میں عقائد و اصول کے مسائل میں ایک جامع کتاب تالیف کروں جو کہ حق مقبول ہے اور اس کا نام ہدیۃ المہدی رکھوں جو کہ ہمارے امام مہدی علیہ علی آباء من الف تحیۃ والسلام کے حضور میں ہدیہ ہو، انشاء اللہ جو حق و انصاف کا طالب ہو گا وہ مکابرہ اور بے راہ روی سے اجتناب کرے گا، الٰہی اس کتاب کی تالیف و اتمام میں انبیاء و صالحین اور ملائکہ مقربین کی ارواح مقدسہ سے میری مدد فرما، بطور خاص ہمارے امام حضرت حسن بن علی علیہ السلام اور ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور ابن تیمیہ اور احمد مجد الف ثانی کی ارواح سے میری مدد فرما۔ (ہدیۃ المہدی: ۱۹)

.....﴿2﴾.....

عبادت کے معنی قلب و جوارح کے ساتھ انتہائی عاجزی اور فرمانبرداری ہے، یعنی یہ وہ معاملہ ہے جو عبد اور اس کے پروردگار کے درمیان ہے اور یہ وہ حال ہے جو مخلوق اور خالق قادر و مختار مستقل کے مابین ہے، مثل نماز یا روزہ یا ذبح یا نذر بغیر اللہ تعالیٰ یا اسے دعا شرعیہ سے پکارنا یا وجہ عبودیت پر دوسرے کام کرنا جیسا کہ شعائر تعظیم سے قیام، رکوع، سجود اور عاجزی و تقبیل وغیرہ، یقیناً اس مقام میں مفہوم عبادت عابد کے عقیدہ کی طرف لوٹا ہے پس کسی کو کسی غیر اللہ کا گمان ہو کہ وہ امور استقلال سے کسی امر پر قادر ہے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی شرکت ہے یا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی قدرت تفویض و عطا کی گئی ہے جس کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ

زبان میری ہے بات ان کی

سبحانہ کے کسی امر جدید اور اذن جدید کا محتاج نہیں اور اس عقیدہ میں اس کا فعل افعال تعظیمیہ کے قریب ہو جیسا کہ اس کے سامنے کھڑے ہونا اور اس پر سلام پڑھنا یا اس کے نزدیک انتہائی عاجزی کرنا یا اسے چومنا تو بے شک وہ اس کا عبد ہے، یہ شرک کی طرف لوٹتا ہے۔

لیکن اگر یہ گمان نہیں کیا کہ فاعل مستقل اختیار و قدرت رکھتا ہے اور اس کی قدرت اور اس کا اختیار ذاتی یا وہی ہے بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہے اسے برے یا چھوٹے امر پر ہرگز قدرت و تصرف نہیں مگر جب اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا امر اور ارادہ ہوگا اور یہ قدرت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اور یہ فعل اس سے اخذ کرنا مراد ہے تو ان افعال میں سے بلکہ ان سے بھی شدید کسی فعل جیسے کہ سجدہ رکوع اور طواف کرنا ہے اور ان افعال سے اس کا مقصود محض اللہ تعالیٰ کے شعائر اور اس کے بندوں سے صالحین، مقررین کی تعظیم و تحیت ہے تو وہ شرک نہیں ہوگا، اس میں اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وَمَنْ يَعظمْ شعائرَ اللہِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ“ یعنی اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے ”وَمَنْ يَعظمْ حرَمَاتِ اللہِ فَهُوَ خَيْرٌ لِّهِ عِنْدَ رَبِّهِ“ اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے، کیا تو نے دیکھا ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو سجدہ کیا تو آپ نے انہیں تجدید ایمان کا حکم نہیں فرمایا بلکہ روک دینے پر اکتفا فرمایا اور روایت میں آیا ہے: ”اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ یَسْجُدُوْنَ لِقِیْمِیْ بِیَوْتِهِمْ“ اور بے شک اہل جنت اپنے گھروں کو سجدہ کریں گے، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے ”وَاَنَا نَعظمُ الْکَعْبَہَ وَتَقْبِلُ الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ وَ

نَعظمُ الصِّفَا وَ الْمَرْوَةَ وَ نُرْجُو عَلٰی هٰذِهِ الْاَفْعَالِ مِنَ الثَّوَابِ وَالْاَجْرِ فَضْلًا“ یعنی ہم کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں اور حجر اسود کو چومتے ہیں اور صفا و مروہ کی تعظیم کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ان افعال سے زیادہ اجر و ثواب حاصل ہوگا۔ (ہدیہ المہدی: ۳۳، ۳۴)

.....﴿3﴾.....

کیا آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ دیکھا! آپ فرماتے ہیں ”احی الموتی باذن اللہ“ میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردے زندہ کرتا ہوں، اور احیا کو جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اپنی ذات سے منسوب کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ تو یہ کفر و شرک کا ارتکاب نہیں، ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے فرمایا: ”وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ بِاِذْنِهِ“ اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے، اپنے حکم سے اور فرمایا: ”لَتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ النُّورَ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ“ یعنی تاکہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لاؤ اور کفر سے اخراج کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اپنے نبی ﷺ سے منسوب کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے اذن سے، ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا: ”اُخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ النُّورَ“ اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے میں لا اور ایسے ہی بھیجے ہوئے فرشتے نے حضرت مریم علیہ السلام سے کہا ”لَا هَبْ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا“ تاکہ میں تجھے پاکیزہ بیٹا دوں، تو اولاد عطا کرنا اللہ تعالیٰ سبحانہ کے لیے خاص ہے لیکن اسے فرشتے کی ذات سے منسوب کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ اس سے ناشرک لازم آئے گا نہ کفر ہوگا۔ (ہدیہ المہدی: ۳۵)

﴿4﴾

جو صفا مردہ، کعبہ شریف یا حجر اسود کی تعظیم کرتے ہیں اور جن ملائکہ و انبیاء صلیا کی عبادت کی جاتی ہے ان کی تعظیم بھی شرک نہیں کیونکہ ہمارے دین میں ان کی تعظیم شارع نے باقی رکھی ہے، بخلاف شمس و قمر اور صنم کے کیونکہ اصنام کو توڑ لے اور جلانے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ سورج کے طلوع و غروب کے وقت اللہ تعالیٰ کے لیے ناز کو بھی سورج پرستوں کی تشبیہ کے در سے روک دیا گیا ہے۔ (ایضاً: ۳۶)

﴿5﴾

رہا قبور المؤمنین کا قصہ تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی اہانت کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ قبروں کی زیارت اور اہل قبور پر سلام اور ان کے لیے دعا و استغفار کا حکم دیا گیا ہے اور قبر پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے، تو اگر ان افعال تعظیمیہ سے طواف یا چومنا یا قیام یا عاجزی یا رکوع یا سجدہ کوئی شخص نبی یا ولی کی قبر کے پاس کرے گا اور اس کا مقصود عبادت نہیں بلکہ صاحب قبر کی تحیت ہے، تو یہ گناہ ہے مگر وہ شخص کافر مشرک نہیں ہوگا۔ (ہدیہ الہدی: ۳۶)

﴿6﴾

دعا لطلبکار نے کے معنوں میں ہے اور غایب کی تنزیل حاضر کی طرح جاننا ہے، مثلاً اس کا یا رسول اللہ، یا علی، یا حیدر کرار، یا مدار، یا سالار، یا محبوب اور یا غوث کہنا علاوہ ازیں اٹھتے بیٹھتے، گرتے پھسلتے، اور لیٹتے وقت اس کے نام کو داعی و نافیہ مقرر کرنا یا اس کے نام کے ذکر کو شرعی ذکر جاننا اور اسے عبادت کا درجہ دے کر اس پر اجر و ثواب کی امید رکھنا یا فوت شدگان انبیاء اولیاء جیسے صالحین بندوں سے ان امور میں استعانت و استغاثہ کرنا جن پر وہ قدرت رکھتے ہیں مگر اس کے ساتھ یہ

اعتقاد ہو کہ وہ اپنی قدرت و اختیار سے فریاد سنتے ہیں اور نہ مدد کرتے ہیں بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان سے یہ امر کروادیتا ہے اور وہ اللہ سبحانہ کے ہاتھ میں آلات و اسباب کی طرح ہیں تو ان دونوں کا یہ حال ہو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے حکم و قضا کے وہ نفع دیتی ہے نہ اثر رکھتی ہے، ایسے یہ لوگ نہ تو کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ اللہ سبحانہ کے ارادہ کے بغیر بڑی یا چھوٹی اعانت و امداد کر سکتے ہیں اور یہ عمل ان سے اس کی قضا کے ساتھ سرزد ہوتا ہے پس یہ اور اس جیسے امور مومن کو اسلام سے خارج نہیں کرتے مگر ان میں سے بعض افعال مکروہ ہیں۔ (ہدیہ الہدی: ۳۸)

﴿7﴾

انتہائی تعجب خیز اور حیران کن یہ امر ہے کہ ہمارے بعض بھائیوں نے شرک فی العادت کو بھی شرک اکبر بنا رکھا ہے اور اس کے قائل کی تکفیر کرتے ہیں جبکہ یہ ظلم عظیم ہے، شاید اس شرک سے اس کی مراد شرک عملی اور کفر عملی ہے جبکہ شرک اعتقادی ایمان اعتقادی کی ضد ہے اور شرک عملی ایمان عملی کی ضد ہے اور جو وہاں کہا، یہاں شرک کے علاوہ شرک اور کفر کے علاوہ کفر ہے۔ (ہدیہ الہدی: ۳۹)

﴿8﴾

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر وہ اعتقاد جو غیر اللہ کے حق میں رکھتا ہے اس میں زندہ اور مردہ دونوں برابر ہیں خواہ اس کی قدرت ذاتی کہے یا اللہ عز و جل کی عطا و تفویض کردہ کے ساتھ یہ کہہ کہ وہ ان امور میں اذن جدید کا محتاج نہیں، ہر وہ شخص جو غیر اللہ کو غسل کے ہاتھ میں مردے کی طرح بالکل عاجز تصور کرتا ہے اور حائتا ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور بغی ان یاخذ هذا العمد منه، تو اس کے عمل کے ساتھ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم و اجازت

اور اس کے ارادہ و قضا سے وہ مدد کرتا ہے یا فرشتہ سنتا ہے یا نفع و ضرر دیتا ہے تو وہ موحد ہے مشرک نہیں، اس میں زندہ اور مردہ دونوں برابر ہیں اور یہ بعینہ ایسے ہے جیسے کوئی یہ تصور کرے کہ سقمو نیا بذاتہ مسہل ہے اور آگ بذاتہ جلاتی ہے تو یہ شرک ہے اور جو جانتا ہے کہ سقمو نیا کا اسہال اور آگ کے جلانا اللہ تعالیٰ کا امر و اذن اور ارادہ سے ہے تو وہ مشرک نہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لہ معقب من بین یدیه و من خلفه یحفظونه من امر اللہ" آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگ پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں، پس آفات و اعدا سے حفاظت فرشتوں سے منسوب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ (ایضاً: ۳۹)

.....﴿9﴾.....

مگر ہمارے بھائیوں نے اس میں زندوں اور مردوں کے درمیان عجیب ترین قسم کا فرق قائم کر رکھا ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ زندوں سے ان امور میں جن پر وہ قدرت رکھتے ہیں مدد مانگنا اور استغاثہ شرک نہیں اور اموات سے یہ امور شرک ہیں، کیا یہ ظاہر طور پر سوفسطائیت یعنی باطل استدلال نہیں؟ بے شک زندہ اور مردہ غیر اللہ ہونے میں دونوں برابر ہیں، اس باب میں مردوں سے مدد طلب کرنے کا مطلب زندوں کے ساتھ شرک ہے نا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اس کا مزید بیان اس کے بعد آگے آئے گا۔ (ایضاً: ۴۰)

.....﴿10﴾.....

ہمارے اصحاب میں سے شوکانی نے کہا کہ مخلوق کے ساتھ ان امور میں استعانت اور استغاثہ کے جائز ہونے میں اختلاف نہیں جن پر اسے قدرت حاصل ہے، رہا وہ امر جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت نہیں تو نہ اس میں استعانت ہے اور

زبان میری ہے بات ان کی

نہ استغاثہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے فرمان ایاک نستعین سے یہی مراد ہے اور اس کے ساتھ ہی ہمارے ان اصحاب کا حال ظاہر ہے جن کا گمان ہے اللہ تعالیٰ کے سوا استغاثہ اور استعانت مطلقاً شرک ہے تو یہ عمل یقیناً غلو و زیادتی اور حد سے تجاوز کر جاتا ہے، میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غلو و افراط سے پناہ مانگتا ہوں۔ (ایضاً: ۴۲)

.....﴿11﴾.....

ہمارے اصحاب سے کثیر لوگوں نے اس کا اثبات کیا ہے چنانچہ متاخرین سے شیخ ولی اللہ دہلوی اور اس کے بیٹے عبدالعزیز اور سید اور متقدمین میں سے امام شافعی، ابن حجر مکی اور تمام تر صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے اور وہ کہتے ہیں یہ امر مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے یہاں تک کہ ایک شخص بھی ایسا باقی نہیں جو ان کے ہاں مجال انکار کر سکے، شیخ ابن حجر نے قلائد میں نقل کیا ہے کہ امام شافعی، امام ابو حنیفہؒ کی قبر کے ساتھ برکت حاصل کرتے اور قبر کے پاس دعا مانگتے تو دعا قبول ہوتی، شیخ عبدالحق مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ اہل قبور انبیاء یا غیر انبیاء سے استمداد پر بہت سے فقہاء نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ زیارت قبور سوائے موتی کے لیے دعا و استغفار اور ان کی طرف دعا اور تلاوت قرآن کے ساتھ ثواب پہنچانے کے اور کچھ نہیں، جبکہ مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اہل قبور سے استمداد کا اثبات کیا ہے، ہمارے شیخ مولانا اسحاق نے اپنی کتاب مائۃ مسائل میں یہ کہا ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے میں کہتا ہوں جب فوت شدگان کے لیے سماع و ادراک ثابت ہے تو اس سے کون سی چیز مانع ہے بالخصوص جب یہ امر اولیا میں سے ان کثیر لوگوں کا تجربہ ہے جن کی تعداد کا حصر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی عقل ان کی تکذیب کرتی ہے باوجود اس کے زیارت سنت پر احوط و اقتصار کریں اور ان امور کا انکار ترک کریں۔ (بدیۃ الہدی: ۴۸)

زبان میری ہے بات ان کی

.....﴿12﴾.....

دعا شرعی عبادت ہے جیسا کہ نماز تو یہ غیر اللہ کے لیے جائز نہیں اور یہی ان آیات میں مراد ہے جن میں لفظ دعا وارد ہوا ہے اور دعا لغوی ندا کے معنوں میں ہے تو یہ مطلقاً غیر اللہ کے لیے جائز ہے خواہ زندہ کو پکارا جائے خواہ فوت شدہ کو برابر ہے، اس کا اثبات نابینا کی اس حدیث میں ہے ”یا محمد انی اتوجه بک الی ربی“ یا محمد ﷺ میں اپنے پروردگار کی طرف آپ کی توجہ چاہتا ہوں، دوسری حدیث میں ہے ”یا عبا دالله اعینونی“ یعنی اللہ کے بند میری مدد کرو، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا، انہوں نے کہا ”یا حمزہ“ جب روم کے بادشاہ نے شہیدوں کو نصرانیت کی طرف بلایا تو انہوں نے شہادت سے قبل کہا ”یا حمزہ“ ہمارے اصحاب میں سے ابن جوزی نے روایت بیان کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال پر حضرت ادیس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا ”یا عمرہ، یا عمرہ، یا عمرہ“ یہ روایت ابن حبان نے بیان کی ہے، سید نے بعض تالیفوں میں کہا ہے ۔

قلہ دیں مددے، کعبہ ایماں مددے

ابن قیم مددے، قاضی شوکاں مددے

مولانا اسحاق نے مائے مسائل میں یہاں نبی اور دوسروں کی ندا کے درمیان فرق کیا اور کہا کہ نبی کو پکارنا جائز ہے جبکہ نیت صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی ہو۔ (ایضاً: ۵۰)

.....﴿13﴾.....

میں کہتا ہوں! ممکن ہے مردہ اپنی قبر کے پاس سن لیتا ہو مگر اس کا سماع یقینی نہیں اور اگر اسے پکارنے والا دور سے پکارے اور اس کی محبت میں وارفتہ ہو جیسے عاشق اپنے غائب معشوق کو حاضر متصور کر کے پکارتا ہے اور پکارنے والا کوفہ

زبان میری ہے بات ان کی

میں اور وہ بصرہ میں ہو تو اس سے وہی ظاہر ہوتا ہے جو جو عوام الناس کہتے ہیں یعنی یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث تو اس اکیلی ندا سے ان پر شرک کا حکم نہیں دیا جائے گا اور کیسے دیا جاسکتا ہے جب کہ! رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مقتولوں کے فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کہتے ہوئے پکارا تھا۔

عثمان بن حنیف کی حدیث میں آیا ہے ”یا محمد انی اتوجه بک

ربی“ یا محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

تہذیبی اور جزری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور ایک روایت میں ہے ”یا رسول اللہ انی توجہت بک الی ربی“ یا رسول اللہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ (ایضاً)

.....﴿14﴾.....

رہا کسی کا یہ گمان کہ نبی یا علی یا اولیا میں سے کسی کی سماعت علامۃ الناس سے وسیع تر ہے اور وہ ملک یا زمین کے تمام گوشوں کی سماعت پر مشتمل ہے تو یہ شرک نہیں ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض ملائکہ بلکہ حیوانات کو عوام الناس کی سماعت و بصارت سے وسیع تر اور طاقت ور ترین سماعت و بصارت عطا کر رکھی ہے، دیلمی نے مسند الفردوس میں اور ابو یعلیٰ نے مرفوعہ روایت کی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری قبر پر ایک موکل فرشتہ مقرر کر رکھا ہے، جب میری امت سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے، یا محمد ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے۔ (ایضاً)

.....﴿15﴾.....

متاخرین میں سے ہمارے بعض بھائیوں نے امر شرک میں تشدد سے کام لیا ہے اور دائرہ اسلام کو تنگ کر دیا ہے اور ایسے امور کو شرک قرار دیا ہے جو مکروہ

زبان میری ہے بات ان کی

و حرام ہیں، اگر اس سے ان کی غرض شرک عملی یعنی شرک اصغر یا شرک کے ذریعے کو مسدود کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور درگزر فرمائے اور اگر وہ دین میں غلو و تشدد کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”لا تغلوا فی دینکم“ تمہارے دین میں غلو نہیں اور دین میں شدت خارجیوں اور مارقین اور ناکشیں کا کام ہے، ہم اسے ان امور پر اجمالا انتباہ کرتے ہیں اور اس سے ہماری غرض اپنے اہل حدیث بھائیوں کی غلطیاں واقع ہونے سے امداد و صیانت کرنا ہے۔ (ایضاً: ۵۴)

.....﴿16﴾.....

ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے کہا! مشکلات میں اعانت اور حاجتیں پوری کرنا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و اجازت و حکم و رضا سے ہو انبیاء و اولیا کو لائق نہیں اور جو ان سے یہ عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے، یہ کلام نادرست ہے کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم و قضا اور ارادہ و اختیار سے لوگوں کی مدد کرتے ہیں نہ کہ اپنی قدرت و اختیار سے اور لوگ بھی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”و تعاونو علی البر و التقویٰ و لا تعاونو علی لاثم و العدوان“ اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی پر باہم مدد نہ دو، اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: ”و ان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر“ اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: ”یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائكة مسومین“ تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے، ذوالقرنین نے کہا! ”فا عینونی بقوة“ تو قوت کے ساتھ میری مدد کرے، حدیث ابدال میں ہے: ”الا ببدال فی امتی ثلاثون رجلاً بهم تقوم الارض و بهم

تمطرون و بهم تنصرون“ اس امت میں تمیں افراد ابدال ہیں جن کے ساتھ زمین قائم ہے، ان کے ساتھ بارش ہوتی ہے اور ان کے ساتھ مدد دی جاتی ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ”اللہم ایدہ بروح القدس“ اس کی روح القدس سے مدد فرما اور حدیث میں آیا ہے ”اذا انفلتت دابة احدکم فی الارض فلاة فلینا دیا عباد اللہ اعینونی“ جب تم میں سے کوئی شخص راہ چلتے راستہ بھول جائے تو ندا کرے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ (ایضاً: ۵۵)

.....﴿17﴾.....

تو بے شک ارواح انبیاء و صلحا کے حق میں اس طرح کا عقیدہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم نہیں آتا بلکہ یہ تو ملائکہ یا زندوں کے ساتھ شرک ہوگی اور یہ شرک اکبر کہاں ہے، رہا یہ امر کہ یہ عقیدہ غلط یا خطا یا بدعت ہے تو یہ دوسری بات ہے اور ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ شرک کے باب میں زندوں اور مردوں کے درمیان فرق کرنا سوفسطائیت ظاہرہ اور باطل استدلال ہے جبکہ احیاء اموات یہاں تک کہ ملائکہ بھی غیر اللہ ہونے میں برابر ہیں ہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سماعت اور سن کر جواب دینے کے بارے میں زندوں اور مردوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”وما یستوی الاحیاء و لا الاموات زندہ اور مردہ برابر نہیں، جبکہ اہل تفسیر نے اس کا یہ معنی بتایا ہے کہ مومنین اور کفار برابر نہیں۔ پس جو امر فرشتوں سے طلب کرنا شرک ہے وہ زندہ اور مردہ لوگوں سے بھی طلب کرنا شرک ہے اور اس کے بالعکس ممکن نہیں، جس امر کا سوال مردہ شخص سے کرنا شرک ہوگا اس امر کا سوال زندہ شخص سے بھی کرنا شرک ہوگا، تو جس شخص

کے فہم کا یہ حال ہو وہ عقائد میں کیسے گفتگو کر سکتا ہے، یہ نہیں کہتے کہ وثن و صنم سے سوال کرنا شرک مطلق ہے، اگر ان سے پوچھا جائے کہ زندہ لوگوں سے سوال نہیں کرنا چاہیے تو ہمیں کہتے ہیں کہ صنم و وثن کا حکم دوسرا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں توڑنے اور جلانے اور ان سے اجتناب کا حکم دیا ہے، پس صنم اور وثن سے سوال کرنے والا اگر زندوں سے سوال کرے تو گویا کہ وہ ان دونوں کے لیے معظّم ہے اور بے شک ہم نے پہلے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے صالحین بندوں سے ملائکہ اور انبیاء اور وہ شعائر جن کی حرمت ہمارے دین میں باقی ہے کے علاوہ مشرکوں کے معبودوں کی ادنیٰ تعظیم بھی کفر ہے اور انبیاء و اولیاء کی ارواح اصنام و اوثان کے قبیل سے نہیں بلکہ یہ ملائکہ کی جنس یا اس سے اشرف ہے تو انہیں ملائکہ پر قیاس کریں نہ کہ اوثان و اصنام پر جو کہ نجس ہیں، چنانچہ اگر کوئی کہے، یا میکائیل ہماری زمین پر اللہ کے اذن سے بارش برسا، یا یہ کہے، اے جبرائیل اللہ کے حکم سے میری روح میں القا کر تو کیا یہ شخص اس قائل کے نزدیک مشرک ہوگا؟ قبر کا نعم البدل پتھر اور مٹی سے ہے، اگر اسے پوجنے والا وثن کو اس کے حق میں لوٹائے اور اس قبر سے کسی چیز کا سوال کرے تو اس کا حکم بت سے سوال کرنے کا حکم ہے، رہا صاحب قبر تو اس کا حکم دوسرا ہے، کہاں پتھر اور کہاں پرندہ۔ (ایضاً: ۵۷)

.....﴿18﴾.....

اس سے یہ ہے کہ اس نے کہا! جب لوگوں کی شرع انبیاء، صلحا کی قبروں کو چومنے یا اسے مس کرنے یا اس کے گرد طواف کرنے میں ہے تو اس قبر کا حکم بت کا حکم ہے، اس کا گرانا، اس کا کھودنا اور اس کی اہانت واجب ہے اور اس کا تمسک اس قول سے ظاہر ہے: ”اللهم لا تجعل قبری وثناً یعبده“ حضور ﷺ نے

زبان میری ہے بات ان کی

فرمایا: ”الہی میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی عبادت ہوتی ہے، ہم کہتے ہیں انبیاء و صالحین کی قبروں کی تعظیم ہمارے دین میں شارع نے باقی رکھی ہے پس اس کی تحقیر و توہین جائز نہیں مگر ان امور سے لوگوں کو روکنا اور ڈانٹنا واجب ہے اور یہ یعنی ہم ایسے ہے جیسے کعبہ شریف یا حجر اسود یا صفا و مروہ کی عبادت میں عوام کی شرع ہے تو کیا یہ اس قائل کے نزدیک جائز ہے کہ کعبہ شریف وغیرہ کو کھود دیا جائے یا توڑ دیا جائے یا ان کی توہین کی جائے۔ (بدیع المہدی: ۵۸)

.....﴿19﴾.....

حضور رسالت مآب ﷺ کی حدیث دعا کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو وثن اور صنم کی طرح نہ بنائے جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں نہ کہ ان کی عبادت کرنے سے قبر بت بن جائے گی اور اس سے یہ کہاں ہے اور مومن کیسے تصور کر سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر نجس ہوگی جیسا کہ جو بت ہے وہ نجس ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول السوء“ پس تم بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شجر رضوان کو کاٹ دیا تھا تا کہ اس کے کٹ جانے سے لوگ اس کی جگہ کو پہچان نہ سکیں، چنانچہ لوگ آتے اور غلطی کھا جاتے تھے، کیونکہ ہمارے دین میں درخت کی تعظیم مشروع نہیں، ایسے ہی ابی اہیاج اسدی کی حدیث قبور المشرکین پر محمول ہوگی، مومنوں کی قبروں پر حمل نہیں کی جائے گی جو نبی علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شرف والی تھیں، رہا مومنوں کی قبروں، مساجد اور شعائر معظّمہ کے علاوہ شرکیہ مشاہد کو جلانا اور توڑنا بویہ امر متفق ہے اور اس پر مسلمانوں کا اختلاف نہیں، جبکہ مسجد ضرار کا جلانا وحی الہی اور حکم خاص سے

زبان میری ہے بات ان کی

واقع ہوا تھا، اس پر اس کے علاوہ کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وَمَنْ يَعِظْ حُرْمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ“ جس نے اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کی اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بھلائی ہے۔ (ایضاً: ۵۹)

.....﴿20﴾.....

ان میں سے یہ کہ اس نے کہا! جس کا عقیدہ ہے کہ نبی یا اس کے علاوہ ولی اور شفیع یعنی مددگار اور سفارشی ہے تو یہ شخص اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ کلام شدید ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا“ بے شک اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے تمہارے ولی ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا کہ وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی یعنی مددگار ہیں اور آپ نے فرمایا! جس کا میں ولی یعنی مددگار نہیں اس کا کوئی ولی یعنی مددگار نہیں اور فرمایا کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں اس کے علاوہ بھی وافر حدیثیں موجود ہیں اور نبی ﷺ کا مومنوں کا شفیع و مددگار ہونا احادیث صحیح سے ثابت ہے، تو یہ اعتقاد کیسے شرک ہوگا؟ ہاں! جب اعتقاد شفاعت شرکیہ یعنی شفاعت و جاہت کہ مشفوع شفیع کے نزدیک شفاعت قبول کرنے پر مجبور ہے اور ولایت سے مراد ولایت اختیار یہ مستقلہ ہے یا وہ عطا کردہ ولایت ہے جس کے لیے اللہ سبحانہ سے اذن جدید کی احتیاج نہ رہے تو یہ شرک ہوگا اور اس میں کسی کا تنازعہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں یہی مراد ہے: ”ليس لهم من دونه ولي ولا شفيع لعلمهم بتقون“ ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی

مددگار ہے، نہ سفارشی، شاید کہ وہ پرہیزگار ہوں۔ (ایضاً: ۶۰)

.....﴿21﴾.....

اس میں سے یہ کہ اس نے کہا! نبی ﷺ کی قبر مبارک پر تعظیم کے لیے اسی طرح کھڑا ہوا جس طرح نماز میں بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوتا ہے، اس سے شفاعت اور دعا کا سوال کرتا ہے تو وہ مشرک ہے؟ میں کہتا ہوں یہ انتہائی غلو ہے اور اس کی صراحت ہمارے شیخ ذہبی، ماوردی اور ابن ہمام وغیرہم نے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کی آداب زیارت میں کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر آئے اور ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ راوی کہتا ہے مجھے گمان ہوا کہ وہ نماز شروع کر رہے ہیں، اگر رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر قیام شرک و کفر تھا تو یہ کیسے ہوا اور اگر قیام کفر و شرک ہو تو نبی یا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا تو بطریق اولیٰ شرک و کفر ہوگا جبکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا تو آپ نے اسے تجدید ایمان کا حکم نہیں دیا بلکہ فقط روک دینے پر اکتفا فرمایا، تاہم غیر اللہ کے لیے سجدے میں علما کا اختلاف ہے جبکہ بطریق عبادت نہیں بلکہ تحیت کے طور پر ہو تو کیا یہ جائز ہے یا مکروہ یا حرام؟ اور ہماری شریعت میں تحریم رائج ہے، پس حضور رسالت مآب ﷺ یا ولی یا صالح کی قبر کے پاس ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے میں صحیح قول یہ ہے کہ اگر آداب اور تحیت کے طور پر ہے تو وہ جائز یا مکروہ و بدعت ہوگا تاہم اس قیام کے ساتھ سلف میں سے کسی نے بھی شرک کا فتویٰ نہیں دیا، ہاں! جب یہ قیام عبادت کے طور پر ہوگا تو یقیناً وہ شرک ہوگا خواہ ہاتھ نہ بھی باندھے ہوں اور عبادت کے معنی ہم پہلے بتا چکے

ہیں اسے یاد رکھیں۔ (ایضاً: ۶۲)

﴿22﴾.....

اس میں سے یہ ہے، اس نے کہا! جب کوئی شخص نبی یا ولی کی قبر کی زیارت کے ارادہ سے جائے اور قبر کا طواف کرے یا قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرے یا قبر کو بوسہ دے یا قبر کے پاس چراغ جلائے یا مجاوری کرے یا وہاں کے پانی کو تبرک سمجھے یا وہاں سے الٹے پاؤں لوٹے یا بیت اللہ کے سوا کسی گھر کی تعظیم کرے یا قبر پر غلاف ڈالے یا کعبہ شریف کی دیواروں کی بجائے کسی دیوار پر اپنے چہرے اور رخساروں کو ملے یا جاڑوب کشی کرے یا قبر پر فرش بچھائے یا غیر اللہ کو پکارتے ہوئے یا محمد ﷺ یا عبدالقادر، یا علی، یا حاد کہے تو وہ مشرک اور کافر ہے۔ میں اس عجیب کلام میں کہتا ہوں مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور طرف بغرض زیارت سفر کرنا صحابہ کے زمانہ سے مختلف فیہ ہے، یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے طور کی زیارت کے لیے سفر کیا اور سلف و خلف کے بہت سے علما نے انبیاء و صلحا کی قبروں کی زیارت کے سفر کو جائز قرار دیا مثلاً امام الحرمین، غزالی، سیوطی، ابن حجر مکی، ابن ہمام، حافظ ابن حجر، نووی اور ان کے علاوہ دوسرے تو کیا یہ لوگ کافر و مشرکین تھے، بلکہ اس قائل کے مذہب پر ان کا کفر اور بھی شدید ہوگا، کیونکہ وہ العیاذ باللہ نہ صرف کفر و شرک کے مرتکب ہوئے بلکہ انہوں نے زکفر و شرک کو جائز بھی کہا۔ (ایضاً: ۶۲)

﴿23﴾.....

بعض علما نبی اکرم ﷺ کی قبر کے پاس یا اس کے علاوہ مقامات مقدسہ پر دعا کے جلد قبول کی امید رکھتے ہیں، امام شافعی فرماتے ہیں، حضرت امام موسیٰ کاظم کی

زبان میری ہے بات ان کی

قبر تریاق مجرب ہے، ابن حجر مکی نے قلائد میں امام شافعی سے نقل کیا کہ میں امام ابو حنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو ابو حنیفہ کی قبر پر دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت پوری ہو جاتی ہے، واقفی نے حضرت فاطمہ بنت رسول ﷺ سے روایت کی ہے کہ میں شہدائے احد کی قبروں پر جا کر دعا کرتی ہوں، اگر یہ قائل کہے کہ شیخان یعنی ابن تیمیہ اور ابن قیم نے دعا عند القبر کو ایسی بدعت یا محدثہ چیز کہا ہے اور جو صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھی، اس کے کلام کے لیے دو جہیں ہیں، علامہ جزری کہتے ہیں اگر حضور رسالت مآب ﷺ کی قبر پر دعا قبول نہیں ہوتی تو وہ کوئی جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے، امام مالک سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کی قبر پر دعا کے ساتھ نصرت حاصل کرتا ہوں اور مالک سے اس کے خلاف بھی نقل ہے۔ (مدیۃ الہدی: ۶۵)

﴿24﴾.....

میں کہتا ہوں! شیخ ابن قیم کے کلام میں اس شخص کے قول کا فساد ظاہر ہے جو قبر پر دعا کو مطلقاً شرک اور کفر قرار دیتا ہے اور میرے نزدیک قسم چہارم میں نزاع ہے اور میرے نزدیک اس میں کچھ حرج نہیں کہ مقامات مقدسہ پر اللہ تعالیٰ سے قبولیت دعا کا گمان رکھا جائے، خالص طور پر نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر دعا کے جلد قبول ہونے کی امید رکھنا چاہیے۔ (ایضاً: ۶۷)

﴿25﴾.....

رہا بوسہ دینا تو یہ کعبہ شریف اور حجر اسود کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ صحابہ کرام حضور رسالت مآب ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چوما کرتے تھے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کو اور نبی اکرم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیتے اور نبی

زبان میری ہے بات ان کی

اکرم ﷺ نے زید بن حارثہ اور عثمان بن مظعون کو چوما اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور رسالت مآب کے وصال کے بعد آپ کو بوسہ دیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن پاک کو چومتے تھے، ملا علی قاری نے اپنے رسالہ مورد الروی میں عز بن جماعت اور دوسروں سے تمسک کیا ہے، امام احمد بن حنبل کے قول کے مطابق قبر کو چومنے اور اس کو مس کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اسے ان معنوں میں بیان کیا ہے کہ اس پر نہ حرمت ہے نہ استحباب۔ (ایضاً: ۶۸)

.....﴿26﴾.....

بیشک حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر قبہ بنایا اور ان کی مجاورت کی جبکہ سلف و خلف ہمیشہ سے صالحین کے آثار و مشاہد، مقامات و آبادی اور چشموں سے تبرک حاصل کرتے رہے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز کے لیے اس مقام کو مقرر کر رکھا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نماز ادا فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور رسالت مآب ﷺ کے مبارک بالوں سے اور اس پیالے سے تبرک حاصل کرتے تھے جس میں آپ پانی نوش فرماتے تھے، عقبان نے نبی ﷺ کے مصلیٰ سے تبرک حاصل کیا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ کے مبارک بالوں اور مبارک پسینے سے تبرک حاصل کرتیں اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ مجھے آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے حنوط کیا جائے اور کسی نے نہیں کہا کہ یہ تبرکات اور ان کی مثل چیزیں شرک ہیں، رہا قبروں پر چراغ جلانا تو یہ حرام ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں اور ان پر مساجد تعمیر کرنے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے، جبکہ بعض لوگوں نے اس

سے استثنا کیا ہے کہ چراغ جلانے سے زندہ زائرین کو فائدہ پہنچتا ہے اور کسی نے اسے شرک نہیں کہا۔ (ایضاً: ۷۰)

.....﴿27﴾.....

ہمارے ساتھیوں سے شیخ اسماعیل دہلوی نے غلطی کی ہے، اس نے شرک کی جن تمام اقسام کو ناقابل بخشش قرار دیا ہے ان میں شرک فی العادت کو بھی داخل کیا ہے اور شرک فی العادت میں ان ناموں کو شامل کیا ہے جن سے غیر اللہ کی عبودیت کے معنی مفہوم ہوتے ہیں جیسا کہ عبدالحسین، عبدالنبی اور ان جیسے نام ہیں، رہا غلام علی، غلام محی الدین، غلام محمد اور غلام غوث نام رکھنا تو یہ نص حدیث سے بلا کراہت جائز ہے۔ (ہدیہ المہدی: ۶۳)

.....﴿28﴾.....

رہی غیر اللہ کی نذر تو یہ صریح شرک ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”انما النذر ما ابتغی به وجه الله“ اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کا ثواب نبی یا ولی یا موات میں سے کسی کو پہنچانا مقصود ہے تو یہ جائز ہے اور اس زمانہ میں اس کا نام فاتحہ ہے اور اس کی صراحت مولانا عبدالعزیز دہلوی اور مولانا اسحاق اور دوسروں نے کی ہے بعض نے کہا ہے کہ اس عمل کی اصل شرع میں نہیں پائی جاتی لہذا بدعت قرار پائے گی، جبکہ دوسروں نے ان کے جواب میں کہا ہے کہ اس کی اصل شریعت میں موجود ہے اور وہ حضرت ام سعد کے کنوئیں کی حدیث ہے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حاء کے کنوئیں کے لیے کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف منسوب ہے اور دوسری روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف رسول ﷺ کی طرف

صدقہ ہے، میں کہتا ہوں! یہ عمل تمام صوفیہ کرام کے درمیان بغیر اختلاف و انکار کے متداول اور مروج ہے۔ (ایضاً: ۲۶)

.....﴿29﴾.....

ہمارے زمانے کے لوگوں میں یہ امر مشہور ہے کہ وہ کھانا پکاتے ہیں اور حلہ تیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ فلاں انبیاء اولیا کی نیاز ہے، پس اگر نیاز کا معنی ہدیہ و تحفہ ہے اور غیر اللہ کی نذر مقصود نہیں بلکہ اس کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا مقصود ہے تو رائج صورت کی حیثیت سے حلال ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور اگر رائج کے علاوہ ہے تو اس کی حرمت ہے، علمائے مکہ نے محمد بن عبدالوہاب کو لکھے گئے اپنے خطوط میں کہا، اگر نذر اللہ کے لیے ہو اور مصرف کے بیان میں نبی یا ولی کا تذکرہ ہو یا تو سل کے طریق پر یوں کہے! یا اللہ اگر میری حاجت پوری ہو جائے تو فلاں نبی یا ولی کے خدام پر صدقہ کروں گا یا اس کے دروازے پر فقیروں کو کھانا کھاؤں گا، یا یوں کہے! یا نبی اللہ، یا ولی اللہ میرے لیے اس حاجت میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں، اگر اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پورا فرمادے تو میں آپ کو اس صدقہ کا ثواب ہدیہ کروں گا تو ان تمام صورتوں میں نذر جائز ہے۔ رہا یہ کہنا کہ یہ نبی کی نذر ہے اور یہ ولی کی نذر ہے تو یہ نذر شرعی نہیں اور نہ ہی اس میں نذر شرعی کے معنی پائے جاتے ہیں اور جو اکابر کو ہدیے دیے جاتے ہیں انہیں عرف عام میں نذر کہتے ہیں۔ (ہدیۃ الہدی: ۷۹)

.....﴿30﴾.....

رہا آنے والے کی تعظیم اور احترام کے لیے نماز کی طرح قیام تو بعض نے

اسے مکروہ اور بعض نے جائز کہا ہے، جب کہ مختار مذہب جائز ہے، جیسا کہ بادشاہوں، بڑے لوگوں اور مشائخ و علما کے گرد قیام ہوتا ہے اور جو شخص اس سے سرور حاصل کرتا ہے اور خدام کو حکم دیتا ہے کہ وہ اسے حلقے میں لے کر قیام کریں تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (ایضاً: ۷۱)

.....﴿31﴾.....

تعویذ گنڈا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسما کا ذکر کرنا اور ان میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام اور اس کے رسول ﷺ کا کلام لکھنا جیسا کہ ماثور دعائیں اور ملائکہ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نیک بندوں کے نام لکھنا تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ (ایضاً: ۸۲)

.....﴿32﴾.....

رہا کرسمس کی عید یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے یوم پیدائش پر خوشی کرنا جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کے یوم پیدائش پر خوشی کی جاتی ہے تو ہم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی خوشی منانے میں کافروں سے زیادہ حق دار ہیں، ہمارے نبی حضور رسالت مآب ﷺ کے جشن ولادت کے اظہار کے لیے مجلس میلاد قائم کرنے میں اختلاف ہے، اگر بدعات و محرمات سے خالی ہو تو جائز ہے جیسا کہ ابن جوزی، نووی، ابن حجر، سخاوی، سیوطی اور قسطلانی نے بیان کیا اور اس کی اصل انہوں نے پیر اور عاشورہ کے دن روزہ رکھنے والی حدیثوں سے نقل فرمائی۔ (ایضاً: ۸۹)

.....﴿33﴾.....

اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف انبیاء کرام اور اس کے نیک بندوں کا وسیلہ

پکڑنے کے جواز میں اختلاف ہے۔

☆..... بعض کہتے ہیں وسیلہ مطلقاً جائز نہیں۔

☆..... بعض کہتے ہیں مردوں کے علاوہ زندوں کا وسیلہ جائز ہے۔

☆..... بعض کہتے ہیں وسیلہ پکڑنا مطلقاً جائز ہے خواہ زندہ ہو یا فوت شدہ۔

☆..... بعض کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ جائز ہے، دوسروں کا نہیں، یہ قول

ابن عبد السلام کا ہے اور اسے مروزی نے المنسک میں ہمارے امام حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے کہ بے شک وہ رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ پکڑتے تھے اور ابن قیم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ہدیۃ الہدی: ۹۱)

..... ﴿34﴾

تیسرا قول مختار ہے، کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ غیر اللہ کا وسیلہ جائز ہے تو پھر زندوں کے اختصاص کی کوئی دلیل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ توسل منع ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور بے شک حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ توسل لوگوں کے ساتھ ان کا دعا کرنا تھا اور انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں ایسے ہی شہداء اور صالحین اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بے شک ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ پر دعویٰ کیا تھا مگر اس سے سوائے اس کے کوئی چیز نہ ثابت کر سکے۔ (ایضاً: ۹۲)

..... ﴿35﴾

بے شک رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سکھایا جو ان سے اختلاف رکھتا اور اس دعا کی طرف التفات نہ کرتا تھا، جس

میں ہے، ”اللهم انی اسئلك و اتوجه اليك نبینا محمد نبی الرحمة“ الہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، یہی نے اسے متصل اسناد کے ساتھ نقل کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں، میں نہیں جانتا کہ اس کے خلاف کیوں کہا جاتا ہے جبکہ قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے کہ اعمال صالحہ کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف توسل جائز ہے تو اسے صالحین کے ساتھ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے، امام جزری نے حصن حصین میں آداب دعا کے سلسلہ میں کہا! اللہ تعالیٰ کی طرف انبیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑیں، دوسری حدیث میں آیا ہے: ”یا محمد انی اتوجه بك الی ربی“ یا محمد میں اپنے رب کی طرف سے آپ کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں) سید نے کہا! یہ حدیث حسن ہے اور موضوع نہیں اور حافظ ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے، حدیث دعا میں وارد ہوا ہے ”اللهم بمحمد نبیک و بموسىٰ نجیک“ الہی! اپنے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے اور اپنے نچی موسیٰ علیہ السلام کے توسل سے میری حاجت پوری فرما، اسے ابن اثیر نے نہایہ میں اور پٹنی نے مجمع میں نقل کیا ہے، حاکم و طبرانی اور بیہقی نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کی حدیث میں نقل کیا ہے کہ اس میں ہے، یا رب میں تجھ سے بحق محمد ﷺ سوال کرتا ہوں، ابن منذر نے نقل کیا ہے کہ اس دعا میں ہے: ”اللهم انی اسئلك بجاه محمد عندك و کرامته علیک“ الہی! میں بجاہ محمد ﷺ تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تیرے نزدیک صاحب عزت و کرامت ہے، امام سبکی نے کہا! توسل و استغاثہ اور سفارش اچھی چیز ہے، امام قسطلانی نے زیادہ کیا کہ تضرع، گڑگڑانے اور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں